

سلام
کی
اہمیت اور اس کے فائدے

مؤلف

حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

خلیفہ ومجاز

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ: اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ (بہار)

سلام
کی
اہمیت اوراس کے فائدے

﴿مرتب﴾

حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

خلیفہ ومجاز بیعت

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ومجاز: حاذق الامت حضرت مولانا ذکی الدین صاحب پرنامبٹی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ومجاز: مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ومجاز: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ بہار

مخلص اور طالب حق کو طباعت کی اجازت ہے

اگر کوئی نیکی کا طالب اردو کے علاوہ دوسری زبانوں میں اس کتاب کو منتقل کرنا چاہے تو اجازت ہے۔

نام کتاب ـــــــــــــــــ سلام کی اہمیت اور اس کے فائدے

مرتب ـــــــــــــــــ حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

کمپیوٹر و کتابت ـــــــــــــ عبداللہ علاء الدین قاسمی

صفحات ـــــــــــــــــ 75

تعداد ـــــــــــــــــ

قیمت ـــــــــــــــــ Rs:

ملنے کے پتے

☆ قاری عبدالعلّام صاحب، C-178 تیسری منزل نزد چاند مسجد پُرانی سیما پوری (دہلی-95)

☆ حاجی عبدالغنی صاحب، A-330 نزد مرکزی جامع مسجد پُرانی سیما پوری (دہلی-95)

☆ قاری مطیع الرحمٰن صاحب، اتوار بازار، نزد مدینہ مسجد، اگر نگر مبارک پور، (نئی دہلی)

☆ محمد اسلم و حافظ عبدالعزیز صاحب، چمن جنرل اسٹور 1981 گلی قاسم جان بازار لال کنواں، نزد ہمدرد دواخانہ (دہلی-6)

☆ خانقاہ اشرفیہ و مکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ بہار

KHANQUAH E ASHRAFIA

Maktaba Rahmat E Alam

فہرست مضامین

مضامین **صفحات**

رشحات قلم

دین اسلام نے جو بھی ہمیں تعلیم دی ہے اس میں سراسر رحمت ہی رحمت ہے، خواہ قرآن وسنت ہو، یا فقہ وفتاویٰ، ہر علم میں ہمارے دینی و دنیوی تمام مقاصد کے لئے روشنی ورہنمائی موجود ہے، معاملہ صحیح تدبر وتفکر کا ہے، اگر صاحب ایمان، کلام الٰہی یا پیغام نبوت ورسالت میں بصیرت کی نگاہ ڈالتا ہے تو اس میں پوشیدہ ہر حکمت ونفع اور ہر مصلحت وہدایت اس پر منکشف ہوجاتی ہے۔

سلام کا عمل بھی خدائے پاک رحمان ورحیم کی طرف سے ہر بندۂ مومن کے لئے ایسا مختصر جامع اور کامل المعانی بے مثال تحفہ و دعا ہے جو خوشگوار ماحول اور تعمیر انسانیت کے لئے دروازۂ خیر ورحمت ہے۔

شب و روز کے مختلف لمحات وساعات میں ہر مقام اور ہر جگہ آپسی میل جول، اجتماع اور ملاقات کے مواقع پر اس حسین ومؤثر تحفۂ خداوندی کے ذریعہ ہر مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے دعا و پیغام رحمت و عافیت کا خوبصورت اور بہار آفریں تبادلۂ خیال کا اظہار کرتا ہے، سلام کرنے والے دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں، ایک مخلص، اور دوسرے غیر مخلص، اگر سلام کرنے والا مخلص، متواضع اور صادق القلب ہے تو اس کا سلام پتھر دل مخاطب پر بھی مؤثر ہوسکتا ہے اسلئے کہ ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ کے سلام وکلام میں نہایت تاثیر ہوتی ہے، کیونکہ اہل اللہ اہل دل ہوتے ہیں۔اس کے برعکس سلام کرنے والا اگر غیر مخلص ہے تو پھر اس کا سلام محض ادائیگی رسم، تصنع وریاء پر مشتمل ہوگا جو کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں کر سکے گا۔

اس لئے خدا کے عطا کردہ اس حسین وعظیم تحفہ کی قدر کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وہدایت کے مطابق اس کو عملی جامہ پہنانے کی حتیٰ الامکان سعی کریں، جو لوگ سلام کے مستحق ہوں ان کو ضرور اخلاص کے ساتھ سلام کریں، ایسا نہ ہو کہ متکبر کے ساتھ متواضع اور سچے انسان کو بھی نظر انداز کر دیں، اتنی تو بصیرت ضرور رکھنی چاہئے کہ مستحق مخاطب اور غیر مستحق مخاطب میں تمیز ہو جائے۔

سلام اس نیت سے کریں کہ یہ اللہ کا اور اللہ کے نبی ﷺ کا حکم ہے اور خدا ورسول خدا کے حکم کی بجا آوری کا دوسرا نام عبادت ہے، اور عبادت وہی قبول ہوتی ہے جو بالاخلاص ہو، لہذا اسلام بھی وہی قابل قدر اور مقبول ہوگا جو خلوص دل سے پیش کیا گیا ہو۔

حاشیہ مشکوۃ میں ایک جگہ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

السلام هو الدعاء بالسلامة عن الآفات۔

سلام کا عمل اپنے مومن بھائی کے لئے آفات ارضی وسماوی سے محفوظ رکھنے کی دعا ہے، سلام سے آپسی محبت وموافقت میں اضافہ کے ساتھ ساتھ اچھے اور خوشگوار ماحول و معاشرہ کی تعمیر ہوتی ہے۔

اس لئے ہر اس شخص کو جو صاحب کلمہ ہے اس کا التزام واحترام کرنا چاہئے۔ اور اس دور پرفتن میں تو قصداً سلام کو رواج دینا چاہیئے۔ رضائے الٰہی اور محبت واخوت کا ماحول جب ہی پیدا ہوگا جب سلام مسنون کو خوش اسلوبی، شیریں الفاظ اور پرخلوص انداز میں ایک دوسرے کے لئے پیش کریں گے، سلام میں بخل کرنے والا یابدون شوق ورغبت سلام کرنے والا مسلمان اپنے اسلامی تمدن کا خود ہی گلا گھونٹتا ہے مگر ؎

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

ہر وہ شخص جو اسلامی تمدن کے فروغ واحیاء کا خواہش مند ہو اسے چاہئے کہ وہ ازخود اپنے نفس کی باگ کو جادۂ مستقیم کی سمت موڑتا رہے، ہر کس وناکس، اعلیٰ وادنیٰ، امیر وغریب، عالم وجاہل، بڑا اور چھوٹا، سب کو سلام کرنے میں سبقت اور پہل کرے، جس بندۂ مومن کو سلام میں پہل کی عادت ودولت حاصل ہوجائے یہ سمجھ لے اس کی زندگی کی نئی سعادت کی کرن نمودار ہوچکی ہے، اب وہ سماج کیلئے مہکتے ہوئے پھول کے مانند ہے، اس کا وجود انسانوں کی نگاہوں کے لئے باعث ٹھنڈک اور اس کی زیارت باعث رحمت وبرکت ہے۔

سلام کے ذریعہ دو اجڑے ہوئے دلوں کو جوڑا جاتا ہے اور دو بچھڑے ہوئے مسلمانوں کو پیغام وفاء ومحبت کی پیش کش عطا کی جاتی ہے، انسانیت کی مرجھائی ہوئی کلی میں تازگی اور شادابی کی نئی قسطِ بہار آجاتی ہے۔

اور جب یہ پرخلوص سلسلہ دراز ہوتا چلا جاتا ہے تو پھر زندگی کے آنگن میں نئی نئی خوشیوں کی بارات آنے لگتی ہے، گلشن حیات میں انس ومحبت کی نئی نئی کونپلیں نمودار ہونے

لگتی ہیں، ہر سو زندگی کو انسانیت و مروت کی چہل پہل اور رونق محسوس ہونے لگتی ہے، دین اسلام کا یہی امتیاز ہے کہ جب مومن بندہ اخلاص کے ساتھ کوئی عمل کرتا ہے تو بے حد و اندازہ اس کے مفید و خوشگوار مناظر و منافع ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

سلام کے باب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر ہمارے لئے کوئی نمونہ اور آئیڈیل نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اَلْبَادِئُ بِالسَّلَامِ بَرِيْءٌ مِّنَ الْكِبْرِ۔ سلام میں پہل کرنے والا کبر سے بری ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے اور چھوٹے سب کو سلام کرنے میں پہل فرماتے تھے، لہذا ہمیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرنی چاہیئے، ہم نے بڑوں اور چھوٹوں کے درمیان جو سلام کے سلسلہ میں درجہ بندی کی دیوار اٹھا رکھی ہے اسے ڈھا دینی چاہیئے اور ایسے موقعوں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوبصورت طریقۂ سلام کو یاد کر لینا چاہیئے تا کہ نفس کا جوش ٹھنڈا ہو جائے اور قلب کا اخلاص گرم ہو کر اس سنت سلام کے پہل کے لئے بے جھجھک آمادگی کا سبب بن جائے اور پھر لمحہ بھر کیلئے کم از کم اس بات کو بھی تازہ کر لینا چاہیئے کہ سلام کرنے والا جواب دینے والے سے ثواب کا زیادہ مستحق ہے، لہذا کم ثواب کے بجائے زیادہ ثواب کیوں نہ کماؤں، ورنہ تو میں اس سے پیچھے رہ جاؤں گا، یہ مجھ سے آگے بڑھ جائے گا، اور نیکیوں میں سبقت مطلوب و محمود ہے۔

غرض سلام میں پہل کرنا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب وعشاق کی سنت حسنہ دائمہ اور عادیہ ہے، اور یہ عمل انسانی فطرت و عادت کے نہ صرف مطابق ہے بلکہ قلب انسانی کے اندرون کی سچی اپیل اور عقل و خرد کا اعلیٰ معیار بھی اسی کا

طالب ومتقاضی ہے، یہی وجہ ہے کہ سلام میں سبقت کرنے والا شخص خواہ کوئی بھی ہو حتی کہ غیر مسلم بھی ہو تو یہ اس کی اعلیٰ اخلاق اور بلند ظرفی کی نمائندگی اور اس کے عظیم ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے، ہاں مگر سلام کرنے والا مخاطب کی عظمت وعزت اور اس سے صحیح محبت کا اظہار کرتے ہوئے سلام پیش کرے تب۔

یہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے آپ اس کا مطالعہ کریں ان شاء اللہ اس سلسلہ میں آپ کی پوری رہنمائی کرے گی، سلام کا طریقہ اس کا فائدہ اور نتیجہ سب آپ کے سامنے وضح ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ اس ناتواں کی اس ادنیٰ سعی کو قبول فرما کر اجر ونجات کی دولت عطا فرمائے۔ (آمین)

حضرت مولانا) **محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی**

خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ (بہار)

۷/ ذی القعدہ ۱۴۴۳ھ بروز چہار شنبہ

بمطابق ۸ جون ۲۰۲۲ء

منہ دیکھ کر سلام نہ کرو جس کو پہچانتے ہو اس کو بھی اور جس کو نہ پہچانتے ہو اس کو بھی سلام کرو

ہمارے مرشد مرحومؒ نے فرمایا: آج مسلمان نے چھوٹی چھوٹی سنتوں کو ترک کردیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی بڑی سنتوں کو اپنانا تو بڑی بات ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی چھوٹی سنتیں ہماری زندگی میں ہونی چاہئے تھیں وہ ہم نے چھوڑی ہی نہیں بلکہ بالکل بھلادی ہیں اور ایسی بھلائی ہیں کہ اب ہم ان کو یاد کرنا بھی گوارہ نہیں کرتے ہیں، حضوا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت رحمت یہی تو ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں جارہے ہیں تو ''السلام علیکم'' کہتے ہیں آج کوئی جو اپنے بچوں کو اور اپنی بیویوں کو گھر میں جا کر سلام کرے تو توہین سمجھتے ہیں۔ گھر میں داخل ہونے پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلام کرو اور ہم لوگ ہیں کہ سلام نہیں کرتے، بچوں کو بھی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سلام کیا کرتے تھے چھوٹا بچہ بھی مل جاتا تو فرماتے ''السلام علیکم'' اور آج ہم انتظار میں رہتے ہیں کہ سامنے والا آدمی سلام کرے گا ہم کیوں کریں ہم تو بڑے ہیں وہ چھوٹا ہے، حالانکہ سلام کرنے میں بڑے اور چھوٹے کی قید نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑوں کو بھی اور چھوٹوں کو بھی سلام کرتے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اخیر زمانہ میں سلام کا رواج ختم ہو جائے گا اور لوگ ان ہی کو سلام کریں گے جن کو پہچانتے ہوں جانتے ہوں، چہرہ جانا پہچانا ہوا تو سلام کیا جائے گا اور چہرہ جانا پہچانا نہیں ہے تو سلام نہیں کریں گے۔ (ملفوظات حبیب الامت جلد دوم)

سلام سے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے

حدیث شریف میں ہے اَفْشُوْ السَّلَامُ بَیْنَکُمْ تَحَابُوْا۔ آپس میں سلام کو پھیلاؤ اور رواج دو تو آپس میں محبت پیدا ہوگی ہمیں اپنا محاسبہ کرنے کی ضرورت ہے کیا ہم اس حدیث پر عمل پیرا ہیں اور مسلمانوں سے جس سے جان پہچان نہ ہو سلام کرتے ہیں یا نہیں کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ارشاد فرما رہے ہیں: ''آپس میں سلام کو پھیلاؤ، آپس سے مراد مسلمان ہیں خواہ ان کو پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو بس اتنا معلوم ہونا چاہئے کہ وہ مسلمان ہے، کیونکہ سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ ارشاد ربانی ہے ''اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ'' سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ اسی طرح صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے:

اَلْمُسْلِمُ اَخُوْ الْمُسْلِمِ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اسلئے ہر مسلمان کو سلام کرنا چاہئے خواہ جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں۔ (سلام کے آداب، ص22)

ہاتھ اٹھا کر سلام کرنا اغیار کا طریقہ ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے۔ خَالِفُوْ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی۔ یہود ونصاریٰ کی مخالفت کرو۔ ایک موقع پر آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر اہل کتاب راستے میں سامنے آجائیں تو تم راستہ ان کو مت دو بلکہ انہیں کو مجبور کرو راستہ تبدیل کرنے پر۔ ایک اور موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ'' جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ اسی میں سے ہوگا۔ آپ علیہ السلام تو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرنے پر اتنی سخت وعید بیان فرما رہے ہیں

مگر ہم ہیں کہ کوئی فکر نہیں ، ہم نے ہر چیز میں غیروں کا طریقہ اختیار کرلیا۔ حتی کہ شعائر اسلام میں بھی غیروں کا طریقہ اختیار کرلیا ہے۔

سلام شعائر اسلام میں سے ہے مگر ہاتھ اٹھا کر سلام کرنا جیسا کہ آج ایک رواج بن چکا ہے وہ غیروں کا طریقہ ہے اسلام کا طریقہ یہ ہے کہ زبان سے سلام کرو ''السلام علیکم اور جواب دینے والا ہمیشہ سلام سے بہتر جواب دے۔ یعنی وعلیکم السلام کے ساتھ ورحمۃ اللہ کا بھی اضافہ کرلے اور اگر سلام کرنے والا ورحمۃ اللہ کہے تو جواب دینے والا وبرکاتہ کا بھی اضافہ کرلے اور اگر سلام کرنے والا وبرکاتہٗ بھی کہے تو جواب دینے والا اس پر اضافہ نہ کرے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہر چیز کی ایک حد ہے اور سلام کی حد برکاتہٗ ہے۔ برکاتہٗ پر اضافہ نہ کرے۔

ہاتھ اٹھا کر کب سلام کرنا چاہیے

جس طرح دیگر اقوام کی ایک نشانی ہوتی ہے اسی طرح اسلامی شعار سلام ہے۔ ایک ضروری اور اہم بات کی طرف بھی متوجہ کرتا چلوں کہ جب آپ کسی سے سلام کرنا چاہتے ہوں (اور ضرور کریں) اور وہ شخص دور ہو آپ کی آواز نہیں پہونچ سکتی ہے تو آپ زبان سے بھی سلام کریں اور ہاتھ اٹھا کر اشارہ کریں صرف ہاتھ اٹھا کر سلام کرنا اور زبان سے کچھ نہ کہنا غیروں کا طریقہ ہے اللہ غیروں کے طور طریقہ سے بچائے۔

سفر معراج میں ساتویں آسمان سے حضرت ابراہیمؑ کی طرف سے بھی اس امت کو سلام کا تحفہ ملا تھا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں ابراہیم (علیہ السلام) سے ملا تو

انہوں نے ارشاد فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنی امّت کو میری طرف سے سلام کہہ دینا اور انہیں آگاہ کر دینا کہ بلاشبہ جنت کی عمدہ مٹی ہے اور میٹھا پانی ہے اور بلاشبہ وہ چٹیل میدان ہے اور بے شک اس کے پودے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ہیں۔ (ترمذی)

سبحان اللہ خدا کے دوست اور نبیوں کے باپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس امّت کو سلام بھیجتے ہیں اور اپنے پیارے بیٹے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے اس امّت کو نصیحت فرماتے ہیں اور جنت کی نعمتیں نصیب ہونے کے طریقے سے آگاہ فرماتے ہیں۔

حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جنت میں اگرچہ سب کچھ ہے اور اس میں بے مثل نعمتیں ہیں مگر جو عمل سے خالی ہے اس کے لئے چٹیل میدان ہی کی طرح ہے کیونکہ اس کی نعمتوں سے وہی نفع اٹھا سکتا ہے جو اچھے عمل کر کے آخرت میں پہنچے اور یہیں سے کمائی کر کے لے جائے جنت کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی زمین کھیتی کے لائق ہو اس کی مٹی اچھی ہو اور اس کے قریب بہترین میٹھا پانی ہو جس سے خوب سیراب کی جا سکے اور جب اس میں تخم ریزی کر دی جائے تو اس کی مٹی کی صلاحیت اور بہترین پانی سے سینچنے کے باعث اس میں درخت اور بہترین غلہ پیدا ہو جائے، بالکل اسی طرح جنت ہے کہ جو کچھ بوؤ گے وہاں کاٹ لو گے ورنہ بے عمل کے لئے وہ خالی ہی ہے۔

سلام کرنے میں سبقت اور پہل کیجئے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سوار، پیدل چلنے والے کو سلام کرے، پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور تھوڑے لوگ زیادہ کو۔

دوسری روایت میں ہے:

چھوٹا بڑے کوسلام کرے، گذرنے والا بیٹھے ہوئے کواور تھوڑے زیادہ کو۔

(بخاری، رقم:۵۸۷۹، ۵۸۸۰)

اِن دو احادیث میں اِس کا بیان ہے کہ سلام میں پہل کون کرے؟ اور کس کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ سامنے والے کو پہلے سلام کرے، ترتیب وار مسائل اور حکمتیں درج ذیل ہیں۔

سوار، پیدل چلنے والے کوسلام کرے۔

یہ حکم استحباب کے طور پر ہے، اور تواضُع وخاکساری کی جانب متوجہ کرنے کے لیے ہے، کہ جب اللہ تعالیٰ نے اُسے سواری کی نعمت عطا فرمائی ہے، تو اُس کا حق ہے کہ تواضع اختیار کرے؛ اگر پیدل چلنے والے کو حکم ہوتا کہ سوار کو پہلے سلام کرے تو سوار میں، تکبر وگھمنڈ پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ (شرح ابن بطال:۱۱/۹)

اس بنا پر جو شخص کسی گاڑی، سائیکل، گھوڑے اور ہاتھی وغیرہ پر سوار ہے تو پیدل چلنے والے؛ بلکہ بیٹھے ہوئے لوگوں کو پہلے سلام کرے؛ کیوں کہ والمارُّ علی القاعد کے الفاظ میں ''المارُّ (گذرنے والا) پیدل چلنے والے اور کسی سواری پر سوار سب کو شامل ہے؛ بلکہ امام بخاریؒ نے الادب المفرد میں باب تسلیم الراکب علی القاعد کا باب باندھا ہے، اُس میں فَضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی ہے یُسلّم الفارسُ علی القاعدِ کہ گھوڑ سوار بیٹھے ہوئے کوسلام کرے۔ (الادب المفرد:۱۰۳۱)

گذرنے والا بیٹھے ہوئے کوسلام کرے۔

اس کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ بیٹھے ہوئے شخص کا ہر گذرنے والے کی طرف، بار بار متوجہ ہونا اور سلام کرنا مشکل ہے؛ جب کہ گذرنے والے کو ایسی مشکل نہیں، امام بخاریؒ نے الادب میں فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے جس میں ہے یُسلّم الفارس الماشي، والماشي علی القائم۔(۱) گھوڑ سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے اور پیدل چلنے والا کھڑے ہوئے کو۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: اگر ''قائم'' کو مستقرٌّ (قرار پکڑنے والا) کے معنی میں لے لیا جائے تو پھر کھڑے ہوئے ٹیک لگائے ہوئے اور لیٹے ہوئے سب کو شامل ہوگا۔ (رقم: ۱۰۹۳ (۲) فتح الباری: ۱۱/۲۱)

تھوڑے، زیادہ لوگوں کو سلام کریں

یہ حکم اِس حکمت کے پیش نظر دیا گیا ہے کہ زیادہ لوگوں کا تھوڑے لوگوں پر زیادہ حق ہے اور اس لیے بھی کہ زیادہ لوگ تھوڑے لوگوں کو یا اکیلے کو پہلے سلام کریں گے تو اُن میں خود بینی اور تکبر پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، نیز کم لوگوں کا سلام کرنا آسان ہے بہ نسبت زیادہ لوگوں کے۔

لأن للکثیر مَزِیة: و لأن توجه الأمر بالسلام إلی القلیل أخف و أسهل من توجه إلی الکثیر۔ (تکملہ فتح الملہم: ۴/۲۴۳)

چھوٹا بڑے کو سلام کرے

چھوٹے کو سلام میں پہل کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ بڑے کا حق، چھوٹے پر

زیادہ ہے؛ کیوں کہ چھوٹے کو حکم ہے کہ بڑے کی عزت کرے اور اُس کے ساتھ باادب رہے؛ لہٰذا جو عمر یا رتبہ میں چھوٹا ہو وہ بڑے کو سلام کرے مثلاً: باپ بیٹا، استاذ شاگرد، وغیرہ: لہٰذا بیٹا، باپ کو اور شاگرد، استاذ کو سلام کرے۔ (حاشیہ الطیبی: ۸/۹)

بازار اور شارعِ عام پر سلام کا طریقہ

اگر کوئی بازار یا عام سڑک یا چورستے یا پھر ایسی جگہ سے گذر رہا ہے؛ جہاں لوگوں کی آمد ورفت بکثرت رہتی ہے تو وہاں کچھ لوگوں کو سلام کر لینا کافی ہے؛ کیوں کہ ایسی جگہوں میں ہر شخص کو سلام کریں گے تو تو اپنا کام صحیح طور پر، بروقت انجام نہیں دے سکیں گے (یہی حکم شاپنگ مال، بڑی دوکانیں، فلیٹ فارم، بینک اور بس اسٹاپ وغیرہ کا ہوگا۔ (احاشیۃ الطیبی: ۹/۹)

ملحوظہ: پیدل چلنے والا، بیٹھے ہوئے کو سلام کرے، یہ استحبابی حکم ہے؛ لیکن اگر پیدل چلنے والوں کی تعداد زیادہ ہے اور بیٹھے ہوئے لوگوں کی تعداد کم ہے تو یہاں کیا حکم ہوگا؟ کیوں کہ یہاں استحباب کی دونوں جہتیں ہیں؛ تعداد کے پیشِ نظر قاعدین کو سلام کرنا چاہیے؛ جب کہ حالت کے مدِنظر پیدل چلنے والوں کو سلام کرنا چاہیے؟

اِس کا جواب یہ ہے کہ ایسی صورت میں دونوں جہتیں ساقط اور کالعدم سمجھی جائیں گی اور اِس کا حکم ایک ساتھ دو ملنے والے اَفراد کے حکم کی طرح ہوگا؛ لہٰذا ہر ایک ابتداء کی کوشش کرے اور کچھ لوگوں کی رائے یہ ہے کہ پیدل چلنے والے کے لیے اِس صورت میں بھی سلام کرنا افضل اور مستحب ہے۔ (اوجز المسالک: ۱۷/ ۱۵۴)

کسی مجلس یا گھر میں جائیں تو پہلے آپ ہی سلام کریں نہ کہ مکان والے

اگر کوئی کسی مجلس یا درس گاہ یا ایسی جگہ میں جائے؛ جہاں پہلے سے لوگ موجود ہیں یا انتظار کررہے ہیں، خواہ وہ بیٹھے ہوئے ہوں یا کھڑے ہوں، آنے والے ہی کو سلام کرنا چاہیے، آنے والا چھوٹا ہو یا بڑا، کم ہوں یا زیادہ، استاذ ہو یا شاگرد وغیرہ۔ (حاشیۃ الطیبی: ۸/۹)

اور ایسی جگہوں میں ایک سلام کافی ہے؛ ہر ایک کو الگ الگ سلام کرنا ضروری نہیں ہے۔ (الاذکار: ۲۹۴)

نوٹ: عموماً ناواقفیت کی وجہ سے لوگ سب کو الگ الگ سلام کرتے ہیں، اصلاح کرنی چاہئے۔

فائدہ: سلام میں پہل کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے اِس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر چھوٹا یا گذرنے والا، سلام نہ کرے تو بڑا یا بیٹھا ہوا بھی خاموش رہے؛ بلکہ یہ حکم استحبابی ہے، افضلیت پر محمول ہے؛ لہٰذا ایسی صورت میں بڑے کو سلام کردینا چاہیے؛ تاکہ چھوٹے کو تنبیہ ہو۔ (أوجز: ۱۶۶/۱۷)

اِسی طرح اگر ابتداءً ہی بڑے نے سلام کردیا یا پیدل چلنے والے نے سوار کو سلام کردیا تو یہ مکروہ نہیں ہے؛ چناں چہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ اپنے پہرے داروں کے پاس آتے تھے تو از خود سلام کرتے تھے اور اُن کی طرف سے تاکید تھی کہ جب وہ آئیں تو وہ لوگ سلام نہ کریں اور نہ ہی کھڑے ہوں۔ **ولا یبدؤوه بالسلام ویقول: إنما السلام علي۔** (شرح السنۃ: ۲۶۲/۱۲)

فتاویٰ محمودیہ میں ہے:

”جو شخص کسی کے پاس جائے، اُس کو چاہیے کہ سلام کرے اور جس کے پاس

جائے وہ سلام کا جواب دے؛ لیکن اُس نے سلام نہیں کیا اور وہ خاموش کھڑا ہو گیا اور جس کے پاس گیا تھا اُس نے سلام کر لیا اور اس کی بڑائی کا لحاظ کر لیا تب بھی گناہ نہیں؛ بلکہ اس کو بہت ثواب ملے گا۔

اللہ سے سب سے زیادہ قریب وہ ہے جو سلام میں پہل کرے

جب دونوں چلنے والے برابر درجے کے ہوں مثلاً عمر میں برابر ہوں یا حالت میں برابر ہوں مثلاً دونوں سوار ہیں یا دونوں پیدل ہیں، تو ایسی صورت میں ہر ایک کو سلام میں پہل کی کوشش کرنی چاہیے، اور جو پہلے سلام کرے گا، اُسے افضل قرار دیا جائے گا، حدیث میں ہے: لوگوں میں اللہ سے زیادہ قریب وہ شخص ہے جو سلام میں پہل کرے۔ (ترمذی، رقم: ۲۶۹۴)

دیر رات آنے والے کو سلام آہستہ کرنا چاہیے

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تشریف لاتے تو سلام اِس طرح کرتے کہ سویا ہوا بیدار نہ ہو جائے، اور بیدار سلام سُن لے۔ (الادب المفرد: رقم: ۹۶۵)

تشریح: علامہ نوویؒ لکھتے ہیں:

اِس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ (۱) ایسی جگہ جہاں کچھ لوگ بیدار ہوں اور کچھ لوگ سوئے ہوئے ہوں یا آرام کر رہے ہوں تو وہاں سلام کرنا چاہیے (۲) ایسے موقع پر سلام شائستگی کے ساتھ کرنا چاہیے کہ کسی کو خلل نہ ہو اور مقصد بھی حاصل ہو جائے،

ورنہ سلام بجائے امن وسلامتی کے خلل ودشواری کا سبب بن جائے گا، جو موضوعِ سلام کے خلاف ہے۔ (تحفۃ الاحوذی: ۷/ ۴۱۸)

اِس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سلام کرنے والے کو، ہمیشہ اس کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ اُس کے سلام سے کسی طرح کی کوئی اذیت، بندگانِ خدا کو نہ پہنچے اور اذیت کا دائرہ بہت وسیع ہے۔

مذکورہ حدیث اور ہم مسلمان

اِس حدیث سے اِس بات پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ پیغمبر اسلام نے کتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کی تعلیم دی ہے اور اُسے برَت کر دکھایا ہے، آپ نے سونے والے کی اتنی رعایت کی، حضرت تھانویؒ نے اس حدیث کو ذکر کر کے لکھا ہے:

حالانکہ یہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) وہ ذات ہے کہ اگر آپ قتل بھی کر دیتے تو صحابہ کرام کو انکار نہ ہوتا؛ بلکہ آپ کے ہاتھ سے خوشی خوشی جان دینا، اُن کے نزدیک ایک فخر تھا؛ مگر پھر بھی آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کی نیند کی اتنی رعایت فرماتے تھے: مگر یہاں یہ حالت ہے کہ ہر وقت سلام اور ہر وقت مصافحہ، چاہے کسی کو تکلیف ہوتی ہو: چناں چہ میرے یہاں اِس قسم کی باتوں پر روک ٹوک اور انتظام بہت ہے جس پر عنایت فرماؤں نے، مجھے بہت کچھ خطاب دے رکھے ہیں، ایک صاحب نے تو میرے منہ پر کہا: کہ ہم کو یہ طریقہ پسند نہیں، انگریزوں کا سا قانون، ہر بات میں انتظام ہر بات میں انتظام؛ افسوس گویا اسلام میں انتظام ہی نہیں، بس اسلام تو ان کے

نزدیک بے انتظامی کا نام ہے؛ حالاں کہ اسلام سے زیادہ انتظام کسی نے بھی نہیں کیا، ہر کام کا وقت مقرر ہے۔ (اشرف الجواب: ۴۵۷/۴)

حضرت تھانویؒ کی یہ بات نہایت قیمتی ہے اور اسلامی زندگی کے ہر میدان میں ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے، ہمارا کوئی طرزِ عمل، منظم اور مُرتَّب نہیں؛ حتی کہ سلام ومصافحہ بھی، سبحان اللہ کیسی ذرا ذرا سی باتوں کی رعایت فرمائی ہے اور یہ معجزہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ باوجود اتنے مشاغل کثیرہ کے پھر بھی آپ نے مُعاشرت کے دقیق سے دقیق اُمور کو بھی نظر انداز نہیں فرمایا، کیا بدون نبوت کے ایسا ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ (اشرف الجواب: ۴۵۷/۴)

پیچھے سے اچانک سلام مت کیجیے

اگر کوئی شخص ٹہلتے ہوئے قرآن کی تلاوت کر رہا ہو اورَ اد و وظائف میں مشغول ہو یا تسبیح پڑھ رہا ہو تو پیچھے سے اچانک سلام نہیں کرنا چاہیے، خلل تو ہوتا ہی ہے، بعض دفعہ انسان گھبرا بھی جاتا ہے، راقم نے اپنے کئی اساتذہ کو ایسے سلام کرنے والے کو تنبیہ کرتے ہوئے دیکھا ہے، مذکورہ حدیث کی روشنی میں یہ ممانعت، بالکل صحیح ہے۔

سلام کے جواب میں صرف سر نہ ہلائیں بلکہ زبان سے بھی جواب دیں

حضرت تھانوی کے مواعظ میں ہے: بعض لوگ جو سلام کے جواب میں، سر ہلاتے ہیں اور زبان سے وعلیکم السلام نہیں کہتے ہیں وہ بد مذاق ہیں کہ ٹکا سی زبان نہیں ہلاتے اور دھڑا سا سر ہلا دیتے ہیں، ممکن ہے کوئی معقولی اِس کی توجیہ کرے کہ فعل بسیط،

فعل مرکب سے آسان ہوتا ہے اور سر کا ہلانا اضافہ اور فعل بسیط ہے، اور زبان کا چلانا فعل مرکب ہے؛ کیوں کہ الفاظ کو مخارج سے خاص ہیئت و ترکیب کے ساتھ ادا کرنا پڑتا ہے۔

سو جواب اِس کا یہ ہے کہ اس لحاظ سے؛ اگر چہ سر ہلانا سہل ہے؛ مگر جس غرض سے سلام کرتے ہیں اُس غرض وغایت کے لحاظ سے زبان ہی کا فعل آسان ہے؛ کیوں کہ سر ہلانے سے وہ غرض حاصل نہیں ہوتی، سلام سے مقصود دعا ہے اور وہ بدونِ کلام وتکلم کے حاصل نہیں ہوتی تو جو لوگ سلام وجوابِ سلام میں سر ہلاتے ہیں ان کو غایات ومقاصد سے دلچسپی نہیں اور یہی بدمذاقی کی علامت ہے۔ (فتاوی رحیمیہ: ۱۰ / ۱۳۱)

سلام اور جواب تھوڑی آواز نکال کر کریں

سلام چاہے ابتداءً ہو یا جواباً ہو: بہر حال ایک دوسرے کو سنانا ضروری ہے، بغیر سنائے نہ تو سلام، سلام ہوگا اور نہ ہی جواب، جواب ہوگا، سلام ایک مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے، جہر کے بغیر اِس کا مقصد حاصل نہیں ہوگا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کا یہی معمول تھا کہ سلام اور جوابِ سلام میں جہر کرتے تھے؛ لیکن یہ بلند آواز معتدل ہو، آواز اِتنی تیز نہ ہو کہ سننے والے کو دِقّت اور تنگی محسوس ہو اور نہ ہی آواز اتنی پست ہو کہ سلام کرنے والے یا سننے والے سن ہی نہ سکیں۔

دلائل: حافظ ابن حجر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد أفشوا السلام بینکم (اپنے درمیان سلام کو رواج دو) کی شرح میں لکھا ہے:

الفشاءُ الظهار والمراد نشرُ السلام بين الناس، ليُحيُوا سنته۔

افشاء، اظہار کو کہتے ہیں: اور مقصد اِس سے لوگوں کے درمیان سلام کو پھیلانا ہے؛ تاکہ لوگ آپ کی سنت کو زندہ کریں۔ (فتح الباری:۲۰۱۱)

۲ علامہ نووی کے حوالے سے علامہ عینی نے لکھا ہے:

وأقل السلام ابتداءً ورداً أن يُسمِعَ صاحبه، ولا يجزئه دون ذلك۔

سلام و جوابِ سلام میں کم از کم درجہ یہ ہے کہ مُتعلِّقہ شخص کو سنایا جائے اور اس سے کم سلام کافی نہیں۔ (عمدۃ القاری:۳٤٦١٥)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

فكذلك إذا أجاب بجوابٍ لم يُسمَعْ منه، فليس بجوابٍ۔

اگر کوئی جواب دے اور سنائے نہ، تو وہ جوابِ سلام نہیں ہے۔ (امداد الفتاوی:٤:٢٧٦)

سلام کرنے کا لب ولہجہ اور انداز

حضرت تھانوی کے افادات بنام اسلامی تہذیب میں ہے:

شریعت نے صیغۂ سلام یعنی السلام علیکم کے لفظ میں چھوٹے بڑے میں کچھ تفریق و تفصیل نہیں رکھی، ہاں لہجہ میں فرق ہونا چاہیے؛ کیوں کہ یہ عظمت وادب میں داخل ہے، جس کی شریعت میں تعلیم ہے۔ (تکملہ:٤:٢٤٥)

۲ - چھوٹے بڑوں کو نیاز مندی کے لہجہ میں سلام کریں اور بڑے اُن کو حقیر نہ سمجھیں۔

۳ - باپ کو بیٹا ایسے لہجہ میں سلام کرے کہ سلام کے لہجہ سے معلوم ہو جائے کہ سلام کرنے والا بیٹا ہے، اِس میں کون سے حرج اور کون سی تحقیر کی بات ہے۔

٤ ـ بعض لوگ کچھ ایسی ادا سے اور ایسے لب ولہجہ سے سلام کرتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا محبت ٹپکی پڑتی ہے، بعض اوقات کسی کے فقط سلام کرنے سے عمر بھر کے لیے محبت ہوگئی۔ (اسلامی تہذیب:٥٨)

گونگے کا سلام اور جوابِ سلام

(١) اگر کسی نے گونگے کو سلام کیا تو وہ اشارے سے جواب دے دے، فرض ساقط ہو جائے گا۔ (عمدۃ القاری:٣٤٦١٥)

(٢) اگر گونگے نے اشارے سے کسی کو سلام کیا تو اُسے جواب دینا چاہیے؛ کیوں کہ اشارہ گونگے کے حق میں بہت سے احکام میں تلفظ کے قائم مقام ہے۔ (ایضا)

بعض دفعہ خانقاہ میں داخل ہوتے وقت سلام نہ کرنے کی وجہ

اور جو لوگ صوفیہ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ لوگ خانقاہ میں داخل ہوتے وقت سلام کرنے میں پیش قدمی نہیں کرتے اور یہ طریقہ غیر مستحب ہے۔ ایسے نکتہ چین کو درویش کے ارادے اور اس کی نیت سے آگاہ ہوئے بغیر نکتہ چینی میں عجلت نہیں کرنا چاہئے اس کے سلام میں پیش قدمی نہ کرنے یا سلام کا جواب دینے کی بہت سی وجوہ ہوسکتی ہیں منجملہ ان کے ایک وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ”سلام“ خداوند تعالیٰ کا اسم مبارک ہے اور اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو پیش کیا جاسکتا ہے کہ:

”رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک شخص گزرا اور اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کر رہے تھے، گزرنے والے نے آپ کو سلام کیا مگر آپ نے اس کے سلام کا

جواب نہ دیا یہاں تک کہ وہ شخص آپ کی نظروں سے اوجھل ہو گیا، اس وقت آپ نے دیوار پر ہاتھ سے ضرب لگائی اور چہرے کا مسح فرمایا اس کے بعد آپ نے اس شخص کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ مجھے سلام کا جواب لوٹانے میں یہ امر مانع آیا کہ میں اس وقت پاک نہیں تھا (یعنی پاک نہ ہونے کے باعث میں نے سلام کا جواب نہیں دیا''۔

ایک دوسری روایت میں الفاظ اس طرح آئے ہیں: ''آپ نے اس شخص کے سلام کا جواب اس وقت تک نہیں دیا جب تک آپ نے وضو نہیں فرما لیا اس کے بعد آپ نے معذرت کی اور فرمایا کہ ''مجھے اس حال میں کہ میں پاک نہیں تھا یہ پسند نہیں آیا کہ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کروں''۔ پس سفر سے واپس آنے والے درویشوں کی جماعت میں کوئی بے وضو بھی ہو جاتا ہے پس اگر کوئی باوضو اس کو سلام کرے اور وہ بے وضو ہونے کے باعث اس کے سلام کا جواب نہ دے تو اس کا حال (محدث ہونا) ظاہر ہو جائے گا۔ پس سلام کرنے کا سلسلہ اس وقت تک ترک کر دینا چاہیئے جب تک جو وضو کرنا چاہے وہ وضو کر لے اور جو اپنے پاؤں دھونا چاہے وہ پاؤں دھو لے اس طرح محدث کا حال پوشیدہ رہے گا اور وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے طہارت کے بعد سلام کر سکیں گے۔

سلام میں پیش قدمی نہ کرنے کی ایک اور وجہ

کبھی ایسا ہوتا ہے وہ حضرات جو مقیم ہیں ان میں بھی بعض ایسے لوگ موجود ہوتے ہیں جو باوضو نہیں ہوتے وہ طہارت کے بعد ہی سلام کا جواب دینے کے اہل بن سکتے ہیں کیونکہ ''سلام'' اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی ہے (اب اگر داخل ہونے والا درویش سلام

کرے توکس طرح جواب دیں، اس طرح داخل ہونے والا سلام میں پہل نہیں کرتا اس سلسلہ میں یہ بہترین توجیہہ ہے جو کی جاسکتی ہے۔سلام میں پیش قدمی نہ کرنے کا سبب یہ بھی ہے کہ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ جب کوئی بھائی سفر سے واپس آتا ہے تو دوسرے بھائی بغل گیر ہوتے ہیں اور آنے والا درویش سفر کے گردوغبار سے آلودہ ہوتا ہے (وہ نہیں چاہتا کہ اس گردوغبار کے ساتھ دوسرے بھائی اس سے گلے ملیں وہ اگر سلام کرے گا تو میرے بھائی جواب دیں گے اور گلے ملیں گے اس لئے وہ چاہتا ہے کہ وہ پہلے وضو کرے ،گردوغبار سے پاک وصاف ہوجائے اس وقت سلام اور معانقہ کرے، (وضو اور پاکیزگی سے پہلے سلام نہیں کرتا۔ (فیضان گنگوہی)

ایک وجہ سلام میں پہل نہ کرنے کی یہ بھی ہے کہ خانقاہ والے صاحبان، صاحبان مراقبہ ہوتے ہیں اگر یکبارگی اور اچانک ان کو سلام کریں (السلام علیکم کہے) تو صاحب مراقبہ چونک پڑتا ہے اوراس کا دل جو اس کا محافظ ہے اور مراقبہ میں مشغول ہے پریشان ہوجاتا ہے (مراقبہ میں خلل پڑتا ہے) اورتشویش میں مبتلا ہوجاتا ہے اس لئے سلام سے پہلے انہیں مانوس کرنے اور رفتہ رفتہ آگاہ کرنے کے لئے درویش داخل خانقاہ ہوکر پاؤں دھوئے (گردسفر سے پاک کرے) وضو کرکے دو رکعت نماز ادا کرے اس اثنا میں خانقاہ والے اس کی آمد سے آگاہ ہوکراس سے ملنے کے لئے تیار ہوجائیں گے۔ اوروہ خود بھی اس وقت ان سے ملنے کے قابل ہوجائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا '' یہاں تک کہ تم ایک دوسرے سے مانوس ہوجاؤ۔اس طرح تمام لوگوں کا آنے والے سے مانوس ہوجانا بھی اس کے حسب حال

ہوگا۔(درویش کے لئے ضروری ہے کہ وہ اہالیانِ خانقاہ سے مانوس ہوا جنبیت نہ رہے اس میں بھی آنے والے کے لئے بھلائی ہے۔(فیضان گنگوہی)

سلام کے چند آداب اور فائدے

فرمایا سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:

اللہ جل شانہ سے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہے جو دوسرے کا انتظار کئے بغیر خود سلام میں پہل کرے۔(بخاری)

اسلام کا بہترین کام یہ ہے کہ کھانا کھلاؤ اور ہر مسلمان کو سلام کرو جان پہچان ہو یا نہ ہو۔(بخاری)

عورتیں عورتوں میں اس کا لحاظ رکھیں کہ سلام میں جان پہچان کو معیار نہ بنائیں بلکہ مسلمان ہونے کو دیکھیں اور مرد، مردوں میں اس کا خیال کریں۔

بات کرنے سے پہلے سلام کیا جائے۔(ترمذی)

سوار پیدل چلنے والے کو اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو، اور تھوڑی تعداد والی جماعت بڑی جماعت کو، اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔(بخاری)

یہود و نصاریٰ کو سلام نہ کرو۔(مسلم) ''ہندو، سکھ، یہود و نصاریٰ اور مرزائی سب کافر اسی حکم میں ہیں''۔

جب ملاقات کے وقت اپنے بھائی کو سلام کرلیا اور (ذرا دیر کو) درمیان میں درخت یا پتھر یا دیوار کی آڑ آ گئی، پھر اسی وقت دوبارہ ملاقات ہوگئی، تو دوبارہ سلام

کرے۔ (ابوداؤد) یعنی یہ نہ سوچے کہ ابھی آدھا منٹ ہی تو سلام کو ہوا ہے، اتنی جلدی دوسرا سلام کیوں کروں۔

جب کسی کے گھر میں داخل ہو تو وہاں کے لوگوں کو سلام کرو

اور جب وہاں سے جانے لگو تو ان کو سلام کے ساتھ رخصت کرو۔ (بیہقی)

جب تم اپنے گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو، اس سے تمہارے اور گھر والوں کے لئے برکت ہوگی۔ (ترمذی)

جب کوئی شخص کسی کا سلام لائے تو یوں جواب دو: وَعَلَيْكَ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ۔ (ابوداؤد)

مریض کی عیادت کی تکمیل یہ ہے کہ اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ دیا جائے۔

اور تمہارے آپس میں سلام کی تکمیل یہ ہے کہ مصافحہ کرلیا جائے۔ (احمد)

جب دو مسلمان ملاقات کے وقت آپس میں مصافحہ کریں تو جدا ہونے سے پہلے ضرور ان کی بخشش کردی جاتی ہے۔ (ترمذی)

جس کو مسلمان سمجھو اس کو سلام کرو

حضرت حبیب الامت حکیم ادریس حبان رحیمی صاحبؒ کی مجلس میں ایک صاحب نے سوال کیا: حضرت آج کل لوگ منھ دیکھا سلام کرتے ہیں۔ تو حضرت نے ارشاد فرمایا:

میرے عزیزو! سلام صرف مسلمان ہونے کی بنیاد پر کیا جائے نہ کہ دوستی اور تعلق کی بنیاد پر اور چھوٹے بڑے ہر ایک کو سلام کریں بڑے ہرگز یہ نہ سوچیں کہ وہ تو

چھوٹا ہے کیسے ہم اس کو سلام کریں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو بچوں کو بھی سلام کرتے تھے۔ گھر میں داخل ہوتے وقت اہلیہ اور بچوں کو بھی سلام کرنا چاہیئے۔

(ملفوظات حبیب الامت جلد اول)

خواب میں حضرت بختیار کاکیؒ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ''سلام''

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ ہر رات سونے سے قبل تین ہزار بار درود شریف پڑھتے تھے، جب اوش میں آپ کی شادی ہوئی تو تین رات کیلئے آپ سے درود قضا ہو گئی۔ آپ کے ایک مرید احمد رئیس نامی نے خواب میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ بختیار کاکیؒ کو میرا سلام کہنا اور ان سے یہ کہنا کہ ہر رات جو تحفہ تم بھیجتے تھے مجھے مل جاتا تھا لیکن تین رات سے نہیں ملا۔ نیند سے بیدار ہو کر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام حضرت خواجہ کو پہونچایا۔ آپ نے اپنی بیوی کو بلا کر حق مہر ادا کیا اور اسے چھوڑ کر ہندوستان چلے آئے۔

(تذکرۂ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی صفحہ ۴ مولف: کپتان واحد بخش سیال)

فرشتے بھی سلام کرتے ہیں

وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خَالِدِيْنَ۔ (سورہ الزمر ۷۳)

اور کہیں گے انہیں جنت کے محافظ تم پر سلام ہو تو خوب رہے پس اندر تشریف لے چلو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔

اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرنے والے پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ

اسلام میں اجتماعیت، اتحاد و اتفاق اور اخوت والفت کو مسلمانوں کے لیے بالخصوص اور دوسرے انسانوں کے لئے بالعموم، ضروری اور لازم قرار دیا گیا ہے، انفرادیت، علیحدگی، اور انتشار و خلفشار کو ناپسندیدہ بتایا گیا ہے۔

اللہ عزوجل نے فرمایا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ دوسری جگہ ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ''۔

اسی اتحاد و اتفاق کو مضبوط کرنے، باہم قلبی ربط، آپسی محبت اور میل جول کو پختہ اور کامل و مکمل کرنے کے لئے، اسلام نے، ایک دوسرے کو ''السلام علیکم'' کے ذریعے سلام کرنے کی تعلیم و تلقین کی اور مسلمانوں پر ضروری قرار دیا کہ جب وہ ایک دوسرے سے ملیں تو سلام کریں جو آپسی دل جمعی اور باہمی ربط و اتحاد کا باعث ہوگا اور معاشرے سے برائیاں ایک دوسرے سے دوری، ناراضگی، غلط فہمی، بغض و کینہ اور عداوت و دشمنی نہ یہ کہ صرف کم ہوجائیں گی بلکہ ختم ہوجائیں گی اور انسان کو ایک ایسا معاشرہ نصیب ہوگا جس کی صاف اور معطر فضا میں وہ کھل کر سانس لے سکتا ہے۔

سلام اہل اسلام کی آپسی ملاقات کی خاص علامت اور ذریعہ ہے

غور فرمائیں کہ مسلمان، چاہے جہاں کا ہو، اس کی زبان چاہے جو بھی ہو، اس کا تعلق چاہے جس خاندان سے ہو، وہ چاہے جس معاشرے کا ہو، اسلام نے اس کو یہ تعلیم دی کہ وہ ''السلام علیکم'' ہی کہیں، اس روشن تعلیم میں اتحاد و اتفاق اور اجتماع و ارتباط کا کیسا جامع اور مفید نسخہ مضمر ہے۔

ہر مذہب میں مذہب والوں کیلئے کچھ مخصوص علامتیں ہوتی ہیں اور یہ علامتیں کبھی جسم ولباس میں ہوتی ہیں اور کبھی زبان میں ہوتی ہیں اور اس سے امتیاز ہوتا ہے کہ فلاں کس مذہب کا ہے، اسی لئے اسلام نے بھی، اپنے ماننے والوں کیلئے کچھ مخصوص علامتیں مقرر کی اور اپنا ایک الگ یونیفارم بنایا تا کہ اسلام وکفر میں فرق ہو سکے چنانچہ: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ میں یہی پیغام پوشیدہ ہے، سلام بھی انہی علامتوں میں سے ایک اسلامی علامت ہے، اس سے بندگانِ خدا اور باغیانِ خدا میں تمیز ہوتی ہے۔

موجودہ دور میں سلام کو پھیلانا بہت ہی ضروری ہے

لیکن اس کا دوسرا رخ بڑا ہی مہیب اور تاریک وتلخ ہے، آج اسلامی معاشرے سے یہ تعلیم سلام اور اس کی اشاعت کم ہوتی جارہی ہے، اسلام نے جس کثرت سے سلام کو رواج دینے کا حکم دیا، اسی کثرت سے اس پر عمل بند ہو رہا ہے، اسلام نے شناسا اور غیر شناسا ہر ایک کو سلام کرنے کی تعلیم دی، لیکن عملی میدان میں اولاً سلام ہی نہیں کیا جاتا اگر کرتے ہیں تو اکثر متعارف اور جان پہچان کے لوگوں کو، جس کے نتیجے میں باہمی ربط، اخوت و بھائی چارگی اور اتحاد واتفاق کی عمارت کمزور سے کمزور تر ہوتی جارہی ہے۔

موجودہ ماحول میں جو پوری طرح مغربی تہذیب سے متاثر ہے، اس بات کا متقاضی ہے کہ ہم اپنا اور اپنے گرد وپیش کا جائزہ لیں اور جو کوتاہیاں اور کمیاں ہیں انہیں دور کر کے، اپنی اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں، کیوں کہ ہماری کامیابی وکامرانی کا راز انہی اسلامی تعلیمات میں مضمر اور پوشیدہ ہے۔

سلام اچھے اسلوب اور خوبصورت الفاظ کے ساتھ کریں

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوْهَا. اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ۔ (سورہ نساء)

یعنی جب تم کو کوئی (شروع میں) سلام کرے تو تم اس (سلام) سے اچھے الفاظ میں سلام کرو (یعنی جواب دو) یا (جواب میں) ویسے ہی الفاظ کہہ دو (تم کو دونوں اختیار دیئے جاتے ہیں) بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر (یعنی ہر عمل پر) حساب لیں گے۔ (بیان القرآن ۲/۱۴۰)

آیت میں جوابِ سلام کا تذکرہ ہے، ظاہر ہے جواب، سلام کرنے کے بعد ہی ہوسکتا ہے اور تحیہ سے مراد سلام ہے چنانچہ دوسری جگہ ارشاد ہے: فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ۔ (سورہ نور)

یعنی پھر جب کبھی جانے لگو گھروں میں تو سلام کہو اپنے لوگوں پر نیک دعا ہے اللہ کے یہاں سے برکت والی ستھری (ترجمہ شیخ الہند) ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ سلام اور جواب سلام شریعت کے اندر مطلوب ومحمود ہیں۔

سلام کی حیثیت افادیت اور شرعی اہمیت کے سلسلے میں احادیث بہ کثرت وارد ہوئی ہیں (۱) حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: لِلْمُؤْمِنِ عَلَى الْمُؤْمِنِ سِتُّ خِصَالٍ وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِذَا لَقِيَهُ ۔ (مشکوۃ: ۲/۳۹۷)

یعنی کسی مسلمان سے ملاقات ہو تو سلام کرنا حقوق مسلمین میں سے ہے (۲) ارشاد فرمایا لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا وَلَا أَدُلُّكُمْ عَلٰى

شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ أَفْشُوْا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِم۔ (مشکوۃ: ۲/۳۹۷)

یعنی جب تک تم ایمان نہ لاؤ، جنت میں داخل نہیں ہو سکتے، اور تمہارا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ تم (اللہ کی رضا وخوشنودی کیلئے) آپس میں تعلق و دوستی قائم نہ کرو، نیز آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا میں تمہیں ایک ایسا ذریعہ نہ بتادوں، جس کو تم اختیار کروتو آپس میں دوستی کا تعلق قائم ہو جائے اور وہ ذریعہ یہ ہے کہ تم آپس میں سلام کا چلن عام کرو، یعنی آشناو ناآشناسب کو سلام کرو۔ (مظاہر حق جدید: ۵/۳۳۸)

اچھے القاب کے ذریعہ سلام کرنے سے آپس میں محبت وتعلق بڑھے گا

کیسا حسین اور جامع پیغام الفت ومحبت اس حدیث میں مذکور ہے اور انجام کے اعتبار سے افشاء سلام (سلام کورواج دینا) ہی دخول جنت کا باعث ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن کو اختیار کرنے سے مسلمانوں کے باہمی تعلقات میں استحکام پیدا ہوتا ہے، ایک تو ملاقات کے وقت سلام کرنے میں پہل کرنا دوسرے کسی مسلمان کو اس کے نام کے ذریعہ مخاطب کرنا جس کو وہ پسند کرتا ہے، تیسرے جب وہ مجلس میں آئے تو جگہ دینا۔ (مظاہر حق: ۵/۳۴۶)

سلام کے مسنون الفاظ

علماء نے لکھا ہے کہ سلام کرنے کے سلسلے میں افضل اور مسنون یہ ہے کہ سلام کرنے والا یوں کہے ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ'' اور ادنی درجے کا سلام ''السلام علیکم'' ہے، اس پر دس نیکیاں ملتی ہیں اور ''ورحمۃ اللہ'' کے اضافے پر دس نیکیاں مزید

بڑھ جاتی ہیں اور ''وبرکاتہ'' بڑھانے سے کل تیس نیکیاں ملتی ہیں اور ''السلام علیک'' اور سلام علیکم، اگر چہ جائز ہیں لیکن ''السلام علیکم'' صیغہ جمع کے ساتھ زیادہ بہتر ہے کیونکہ ملائکہ جو ہر شخص کے ساتھ ہوتے ہیں سلام میں مخاطب کے ساتھ وہ بھی شریک ہوں، نیز اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو فرشتوں کو سلام کرنے کا حکم دیا تو الفاظِ سلام یہی ''السلام علیکم'' تھے۔ اس کے علاوہ دوسرے الفاظ اور زیادتی حدیث سے ثابت نہیں البتہ ابوداؤد کی روایت میں ''ومغفرتہ'' کا لفظ بھی آیا ہے الغرض جس قدر الفاظ بڑھائیں گے اسی قدر ثواب میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ (مشکوۃ:۳۹۸، مظاہر حق:۵/۳۴۵، شامی:۹/۵۹۳)

سلام کرنا سنت موکدہ ہے

سلام کرنا سنت مؤکدہ ہے اور جواب دینا واجب علی الکفایہ ہے اور وجوب نفس جواب کا ہے باقی ویسے ہی الفاظ یا ان سے احسن اور بعض صورتوں میں ان سے کم یہ سب اختیار میں ہے، لہٰذا جواب یوں دے ''وعلیکم السلام'' یہ جواب کا ادنی درجہ ہے اور ''ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' کا اضافہ بھی کرسکتا ہے جیسا کہ ''فَحَيُّوْا بِأَحْسَنَ مِنْهَا'' سے معلوم ہوتا ہے اور زیادتی ثواب کے سلسلے میں، اس کا حکم وہی ہے جو سلام کرنے والے کے لیے ہے۔

سلام کا طریقہ یہ ہے

مسئلہ: اگر کسی نے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور جواب میں کہہ دیا وعلیکم السلام تو یہ اتفاقاً کافی ہے، اگر کوئی جواب میں صرف علیکم کہے بغیر واؤ کے تو جواب پورا نہ ہوگا۔

(۲) جن لوگوں کو سلام میں پہل کرنی چاہیے یا جن لوگوں کو سلام کا جواب دینا ہے اگر

ان میں سے کوئی ایک شخص سلام کرے یا کوئی ایک شخص سلام کا جواب دے دے تو وہ سلام یا جواب میں ان سب لوگوں کی طرف سے ہوگا اور وہ سب بری الذمہ ہوجائیں گے اگرچہ ان میں سے ہر ایک کا سلام کرنا یا ہر ایک کا جواب دینا افضل ہوگا۔

(بیان القرآن: ۲/ ۱۴۰، مظاہر حق: ۵/ ۳۴۷، فتاوی رحیمیہ: ۱۰/ ۱۳۳)

ہمارے ہندوستان کے بعض علاقوں میں جب بوڑھی عورتوں کو سلام کیا جاتا ہے تو وہ جواب میں وعلیکم السلام کی جگہ کہتی ہیں ''جیتے رہو'' ''خوش رہو'' اللہ سلامت رکھے، وغیرہ تو یہ سب الفاظ دعا تو ہیں لیکن ردسلام مسنون کیلئے کافی نہیں جان کار لوگوں کو بتانا چاہیے ہاں جواب مسنون کے بعد یہ سب دعائیہ جملے استعمال کریں تو بہتر ہے۔

سلام جس کو پہچانتے ہو اسے بھی اور جسے نہیں پہچانتے ہو اسے بھی کرو

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تَقْرَءُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَ مَنْ لَّمْ تَعْرِفْ۔ (مشکوۃ: ۲/ ۳۹۷)

ایک شخص نے حضور علیہ السلام سے پوچھا کہ اہل اسلام کی کون سی خصلت بہتر ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: کھانا کھلانا، اور ہر شناسا و ناشناسا کو سلام کرنا، معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کو سلام کرنا چاہیے، سلام کا تعلق شناسائی کے حقوق سے نہیں ہے بلکہ یہ ان حقوق میں سے ہے جو اسلام نے ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے تئیں عائد کئے ہیں۔ مذکورہ حدیث کو دوبارہ پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ حدیث میں امت کے لیے کیا پیغام اور سبق ہے اور ہم مسلمانوں کا عمل اس پر کتنا ہے؟ آج عام طور سے مزاج بنا ہوا ہے کہ لوگ اسی کو سلام کرتے ہیں جسے پہچانتے ہیں اور جس سے واقفیت نہیں ہوتی انہیں یا تو سلام ہی نہیں کرتے یا کم کرتے ہیں اس پر توجہ کی ضرورت ہے۔

مجمع اور مجلس میں سے مخصوص لوگوں کو سلام کرنا ناپسندیدہ عمل ہے

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کچھ لوگوں سے ملے اور یہ چاہے کہ ان سب کو سلام کرنے کے بجائے ان میں سے چند کو سلام کرے تو یہ مکروہ ہے، کیوں کہ سلام کا جواب مقصد آپس میں موانست والفت کو فروغ دینا ہے جب کہ بعض دوسرے مخصوص لوگوں کو سلام کرنا گویا باقی لوگوں کو وحشت واجنبیت میں مبتلا کرنا ہے اور یہ چیز اکثر اوقات، نفرت وعداوت کا بھی سبب بن جاتی ہے، لیکن بازار اور شارع عام کا حکم اس سے الگ ہے کہ اگر بازار میں یا شارع عام پر بہت سے لوگ آرہے ہوں تو وہاں بعض لوگوں کو سلام کر لینا کافی ہوگا کیوں کہ اگر وہاں ہر شخص کو سلام کرنے لگے تو وہ اسی کام کا ہو کر رہ جائے گا اور اپنے امور کی انجام دہی سے باز رہے گا۔ (مظاہر حق جدید: ۳۳۹/۵)

افسوس صد افسوس! کہ آج ہم مسلمانوں کی اکثریت نے اپنی وضع قطع ایسی بنالی کہ ظاہراً مسلمان کی مسلمانی ہی غائب ہے لہٰذا ایسے لوگوں کو سلام نہ کرے تو یہ مذکورہ حدیث کے خلاف نہیں ہاں اگر ایسے لوگوں کا مسلمان ہونا معلوم ہے تو سلام کرنا چاہیے۔

پہلے سلام کرو پھر کلام کرو

جب کسی سے ملاقات ہو یا کسی کے گھر جائے یا ملاقات کے بعد واپس لوٹے تو سلام کرنا چاہیے۔ (مشکوۃ: ۳۹۹/۲)

اسی طرح کسی سے فون یا موبائل کے ذریعہ جب گفتگو کرے یا کسی کو خط یا درخواست لکھے تو سلام سے ابتداء کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلسَّلَامُ قَبْلَ الْكَلَامِ۔ (مشکوۃ)

نیز فرمایا: مَنْ تَکَلَّمَ قَبْلَ السَّلَامِ فَلَا تُجِیْبُوْہُ۔ (شامی)

یعنی ملاقات کے وقت پہلے سلام کرے پھر بات چیت کی ابتداء ہو ورنہ آپ علیہ السلام نے ایسے شخص کو جو گفتگو پہلے کرے پھر سلام کرے جواب دینے سے منع فرمایا۔

ان اوقات میں اور ان لوگوں کو سلام نہ کریں

نماز پڑھنے کی حالت میں سلام نہ کرے کیوں کہ وہ شرعا جواب دینے سے عاجز ہے وضو میں مشغول شخص کو سلام نہ کرے کہ وضو بھی ایک عبادت ہے اور سلام سے خلل ہو سکتا ہے البتہ اگر سلام کردے تو جواب دینا افضل ہے۔ اسی طرح تعلیم و تدریس، خطبہ جمعہ و عیدین و نکاح کے وقت، اذان و اقامت کے وقت، قرأت و تلاوتِ قرآن کے وقت سلام نہ کرے اگر سلام ان موقعوں پر کردے تو مستحق جواب نہ ہوگا، کھانا کھاتے وقت جب لقمہ اس کے منہ میں ہے تو سلام نہ کرے ورنہ سلام کر سکتے ہیں لِعَدَمِ الْعُجْزِ اسی طرح پیشاب و پاخانہ یا جماع میں مشغول شخص کو سلام نہ کرے یا کوئی سو رہا ہو یا اونگھ رہا ہو تو سلام نہ کرے۔ فقہاء لکھتے ہیں کہ کذّاب (خوب جھوٹ بولنے والا) شیخ مازح (خوب مذاق کرنے والا) لوگوں کو گالیاں دینے والا اور اجنبیات کو دیکھنے والا ان لوگوں کو سلام نہ کیا جائے تا کہ ان کی حقارت ظاہر ہو، ایک حدیث میں منقول ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور وہ سرخ کپڑے (جو مردوں کے لیے منع ہے) پہنے ہوئے تھا، تو آپ علیہ السلام نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا، اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص سلام کرتے وقت کسی نا مشروع امر کا مرتکب ہو وہ سلام کے جواب کا مستحق نہیں

ہوگا، ٹھیک اسی طرح جو کسی نامشروع امر کا مرتکب ہو تو وہ زجراً اس بات کا مستحق ہے کہ اسے سلام نہ کیا جائے جیسا کہ اوپر گذرا۔ (شامی: ۹/ ۵۹۳، مظاہر حق: ۵/ ۳۵۹، فتاوی رحیمیہ: ۱۰/ ۱۳۰)

نامحرم اور اجنبی عورتوں کو سلام

نامحرم اور اجنبی عورتوں کو سلام کرنا مکروہ ہے، ہاں اگر کوئی عورت اتنی عمر رسیدہ ہو کہ اس کے تئیں کسی فتنہ و شر میں مبتلا ہونے کا کوئی خوف نہ ہو اور نہ اس کو سلام کرنا دوسروں کی نظر میں کسی بدگمانی کا سبب بن سکتا ہو تو اس کو سلام کرنا جائز ہوگا، اور اگر نامحرم عورت سلام کر دے تو دل ہی دل میں جواب دے زبان سے نہ دے اور اگر بوڑھی ہو تو زبان سے بھی جواب دے سکتا ہے۔ (مظاہر حق: ۵/ ۳۴۶، فتاوی رحیمیہ: ۱۰/ ۱۲۶)

البتہ نامحرم عورت اپنے محرم رشتہ دار کے ذریعہ ضرورۃً سلام کہلوا سکتی ہے اس میں کوئی قباحت نہیں۔

غیر مسلم کو سلام کرنے کا مسئلہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہود و نصاری کو سلام کرنے میں پہل مت کرو کیوں کہ سلام میں پہل کرنا درحقیقت اسلامی تہذیب کا بخشا ہوا ایک اعزاز ہے جس کے مستحق وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو اسلامی تہذیب کے پیروکار ہوں اس اعزاز کا استحقاق ان لوگوں کو حاصل نہیں ہو سکتا جو دین کے دشمن اور خدا کے باغی ہیں ہاں اگر وہ لوگ خود پہل کریں اور السلام علیک یا السلام علیکم کہیں تو اس کے جواب میں صرف وعلیک یا وعلیکم کہا جائے اور بغیر واو کے بھی صرف علیکم اور علیک کہہ سکتے ہیں اور علماء نے لکھا ہے

کہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ غیر مسلم کے جواب میں ہداک اللہ (اللہ تجھے ہدایت دے) کہا جائے۔ (مظاہر حق: ۵/ ۳۴۰)

چونکہ احکام ضرورت و مجبوری کے وقت بدل جایا کرتے ہیں اس لئے جس جگہ ابتداء بالسلام کا ترک یا غیر مسلموں کے جواب کا ترک موجبِ فتنہ ہو یا انتشار وخلفشار کا باعث ہو تو مستحسن ہوگا کہ سلام کے لیے کوئی اور لفظ ''آداب، آداب عرض ہے'' وغیرہ جس میں غیر اسلامی تہذیب سے مشابہت نہ ہو اختیار کرسکتا ہے۔ البتہ نمسکار، نمستے، پرنام، گڈ بائے اور ہیلو جیسے غیر اسلامی الفاظ سے پرہیز کرے۔ (فتاوی رحیمیہ: ۱۳۳، بحوالہ خلاصۃ التفاسیر)

جہاں مسلم اور غیر مسلم دونوں جمع ہوں وہاں اس طرح سلام کریں

موجودہ دور میں خصوصاً ہمارے ہندوستان میں اکثر جگہیں ایسی ہیں جہاں مسلم وغیر مسلم سب مل کر کام کرتے ہیں مثلاً سرکاری وغیر سرکاری دفاتر، کارخانہ اور اسکول وغیرہ تو وہاں ایک دیندار مسلمان کیا کرے؟ اس سلسلے میں علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان کسی ایسی جماعت کے پاس سے گذرے یا کسی ایسی مجلس میں پہنچے جس میں مسلمان بھی ہوں اور غیر مسلم بھی اور مسلمان خواہ ایک ہی ہو یا کئی ہوں تو مسنون یہ ہے کہ مسلمانوں یا مسلمان کا قصد کرکے پوری جماعت کو سلام کرے، نیز علماء نے لکھا ہے کہ اس صورت میں چاہے تو السلام علیکم کہے اور نیت یہ رکھے کہ اس سلام کے اصل مخاطب مسلمان ہیں اور چاہے یوں کہے اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی (اس پر سلامتی ہو جس راہ ہدایت کی پیروی کی۔ (مظاہر حق: ۵/ ۳۴۳)

ہاتھ اور اشاروں کے ذریعہ سلام کرنے کی حدیث میں ممانعت

کچھ لوگ صرف ہاتھوں سے یا سروں کو حرکت دے کر سلام کرتے ہیں اور الفاظِ سلام ادا نہیں کرتے تو ایسا کرنا کیسا ہے؟

حدیث شریف میں ہے تَسلِیمُ الیَھُودِ الاِشَارَۃُ بِالْاَصَابِعِ وَ تَسلِیمُ النَّصَارٰی الاِشَارَۃُ بِالاَکُف۔ (مشکوۃ:۳۹۹)

یعنی یہودیوں کا سلام کرنا، انگلیوں کے ذریعہ اشارہ کرنے اور عیسائیوں کا سلام کرنا، ہتھیلیوں کے ذریعہ اشارہ کرنے کی صورت میں ہوتا ہے مظاہر حق میں اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ: بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہودی اور عیسائی سلام کرنے یا سلام کرنے کا جواب دینے کے لیے اور یا دونوں کے لیے محض مذکورہ اشاروں ہی پر اکتفا کر لیتے تھے، سلام کا لفظ نہیں کہتے تھے جو حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت میں سے انبیاء و اولیاء کی سنت و طریقہ ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گویا مُکاشفہ ہوا کہ میری امت کے کچھ لوگ بے راہ روی کا شکار ہو کر سلام کرنے کا وہ طریقہ اختیار کریں گے جو یہودیوں، عیسائیوں اور دوسری غیر اقوام کا ہے جیسے انگلیوں یا ہتھیلیوں کے ذریعہ اشارہ کرنا ہاتھ جوڑ لینا، کمر یا سر کو جھکانا اور صرف سلام کرنے پر اکتفا کر لینا وغیرہ وغیرہ، لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری امت کو مخاطب کرتے ہوئے اس بارے میں تنبیہ بیان فرمائی اور یہ وعید بیان کی کہ جو شخص سلام کے ان رسم و رواج کو اپنائے گا جو اسلامی شریعت اور ہماری سنت کے خلاف ہیں تو اس کو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کا شمار ہماری امت کے لوگوں میں نہیں ہوگا۔ (فتاوی رحیمیہ: ۷/۳۴)

مسئلہ: صرف ہاتھ کے اشارے پر کفایت کرنا یا اس جزءِ سلام یا موجبِ ثواب سمجھنا مشابہت کفار اور بدعتِ ضالہ ہے۔

مسئلہ: لفظ السلام علیکم اور اشارے کا جمع کر لینا جیسا کہ ہمارے بلاد میں معمول ہے اگرچہ اولی نہ ہو مگر جائز ہے جب کہ یہ اشارہ، علامتِ تعظیم وتوقیر عرفاً قرار پا چکا ہے۔

مسئلہ: جب بعد دوری یا کسی اور وجہ سے آوازِ سلام سمجھ میں نہ آسکے تو ہاتھ سے اعلام و اعلان مباح ہے، یعنی عام حالات میں صرف ہاتھ سے یا سر سے سلام کرنا جائز نہیں بلکہ مجبوری کی حالت میں ہاتھ سے اشارہ کر سکتا ہے لیکن لفظ سلام اور اشارہ دونوں کو جمع کرے۔

زبانی یا لکھ کر غائب کو سلام بھیجنے کا طریقہ

اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ فلاں کی خدمت میں میرا اسلام عرض کر دینا اور اس شخص نے اسے قبول کر لیا تو ارسالِ سلام واجب ہے، کیوں کہ قبولیت کے بعد یہ ایک امانت ہے جس کا پہنچانا واجب ہے، ورنہ یہ ودیعت ہے پہنچانا واجب نہیں وہاں پہنچا دے تو احسان ہوگا چوں کہ بعض دفعہ مذکورہ صورت میں غفلت، سہو یا کسی مجبوری کی وجہ سے سلام عرض کرنا دشوار ہو جاتا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کہنے والا یوں کہے میرا اسلام عرض کر دینا، اگر یاد رہے'' اگر ممکن ہو، بشرط سہولت، اگر یہ شخص نہ کہہ سکے تو دوسرا شخص ہی یہ الفاظ کہہ دے کہ ان شاء اللہ اگر یاد رہا یا ممکن ہوا تو عرض کر دوں گا۔ ایسی صورت میں دونوں کیلئے سہولت واطمینان ہے۔

اور جب سلام پہنچائے تو مرسل الیہ (جس کے پاس سلام بھیجا گیا) مبلغ

(پہنچانے والا) کو جوابِ سلام میں شریک کرے اور یوں کہے ''علیک وعلیہ السلام'' ایسے موقع پر صرف وعلیکم السلام کہنا جیسا کہ رواج ہے فقہاء کی صراحت اور قواعد عربی کے خلاف ہے۔ (مظاہر حق: ۳۵۰)

تحریری سلام کا جواب

اگر سلام تحریری شکل میں مثلاً خط یا درخواست وغیرہ میں ہو تو اس کا جواب مکتوب الیہ (جس کے پاس لکھا گیا ہے) کے ذمہ ضروری ہے چاہے زبان سے یا لکھ کر، کیوں کہ غائب کا خط و تحریر حاضر شخص کی موجودگی کا حکم رکھتا ہے، علامہ شامی یہ سارے مسائل لکھنے کے بعد تنبیہ کرتے ہیں کہ وَالنَّاسُ عَنْهُ غَافِلُوْنَ کہ اکثر لوگ ایسے مسائل سے ناواقف اور غافل ہیں لہٰذا توجہ کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔

غیر مسلم کو خط میں سلام لکھنے کا طریقہ

حضور علیہ السلام کا طریقہ اس سلسلے میں یہ تھا کہ اگر مکتوب الیہ مسلمان ہوتا تو سلام کا مخاطب خاص طور پر اسی کو بنایا جاتا یعنی السلام علیکم جیسے الفاظ ہوتے اور اگر مکتوب الیہ، مسلمان نہ ہوتا تو پھر علی العموم سلام کے الفاظ ہوتے یعنی یوں لکھتے سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔

سلام کے بعد اصل مضمون ہوتا چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل (شاہ روم) کو جو مکتوب ارسال کیا تھا اس میں سلام اسی طرح تھا۔ (مظاہر حق: ۳۵۱)

کیا ہر ملاقات پر سلام ہے؟

عام طور سے کسی چیز میں تکرار کو پسندیدہ نہیں سمجھا جاتا لیکن سلام میں تکرار محمود اور

مطلوب ہے، حدیث نبوی ہے کہ اگر ایک بار سلام کرنے کے بعد دونوں کے درمیان کوئی درخت یا دیوار یا بڑا پتھر حائل ہو اور پھر اس سے ملاقات ہو تو اس کو دوبارہ سلام کرے، مطلب یہ ہے کہ اتنے معمولی وقفہ کی جدائی و مفارقت کے بعد بھی سلام کرنا مستحب ہے چہ جائیکہ زیادہ عرصہ کے بعد ملاقات ہو گویا یہ حدیث سلام کے استحباب اور ہر موقع پر اس ادب کے ملحوظ رکھنے کو مبالغہ کے طور پر بیان کرتی ہے کیوں کہ سلام کی تجدید بہ ہر صورت باعث رحمت وسلامتی ہے۔ (مظاہر حق: ۸: ۳۴۸)

سلام کے وقت کیا نیت کریں؟

اعمال کی قدر و قیمت نیتوں کی وجہ سے بڑھتی اور گھٹتی ہے مومن کی نیت کو اس کے عمل سے بہتر بنایا گیا ہے سلام بھی ایک عمل ہے تو سلام کرتے وقت کیا نیت کرے؟ ردالمختار میں ہے کہ بوقت سلام، سلام کرنے والے کی نیت یہ ہونی چاہیے کہ وہ جسے سلام کر رہا ہے اس کی عزت وآبرو اور مال و اولاد کی پاسداری اور نگہبانی کرے گا، اب اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس کی عزت وآبرو پر ہاتھ ڈالے اور عزت وآبرو کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ غور فرمائیں اگر یہ نیت حقیقی طور سے ہر مسلمان کے دل میں جاگزیں ہو جائے اور نیت وعمل میں یکسانیت ہو جائے تو کیسا چین وسکون، امن وامان اور محبت واخوت نصیب ہو۔

سلام میں عجمی طریقہ اختیار کرنا چھوڑیں

آج خصوصاً عجم میں یہ رواج عام ہے کہ لوگ السلام علیکم کی جگہ سلام علیکم کہتے ہیں، درمختار میں ہے: اَنَّہٗ لَا یَجِبُ رَدُّ سَلَامُ عَلَیْکُمْ بِجَزْمِ الْمِیْمِ۔

علامہ شامی لکھتے ہیں: ثُمَّ رَأَيْتُ فِي الظَّهِيْرِيَّةِ : وَلَفْظُ السَّلاَمِ فِي الْمَوَاضِعِ كُلِّهَا: اَلسَّلاَمُ عَلَيْكُمْ اَوْ سَلاَمٌ عَلَيْكُمْ بِالتَّنْوِيْنِ وَبِدُوْنِ هٰذَيْنِ كَمَا يَقُوْلُ الْجُهَّالُ لاَ يَكُوْنُ سَلاَمًا۔

خلاصہ یہ ہے کہ السلام علیکم یہ زبان عربی کا لفظ ہے، جس کے شروع میں الف لام اور اخیر میں پیش ہے، حدیث میں ایسے ہی وارد ہے تو اگر یوں کہیں سلام علیکم۔ میم کے سکون کے ساتھ تو اس صورت میں ایک تو شروع سے الف لام حذف ہو گئے، دوسرے جب اسم پر الف لام نہ ہو تو عموماً اس کے اخیر میں تنوین آتی ہے اور یہاں وہ تنوین بھی نہیں ہے تو یہ نہ صرف عربی قاعدے کے خلاف ہے بلکہ الفاظِ حدیث کے بھی موافق نہیں اور بقول شامی کہ یہ سلام مسنون ہی نہیں ہے، اس لیے اس پہلو پر خصوصی توجہ ہونی چاہیے، ورنہ علامہ شامی کا فیصلہ آپ نے سن اور پڑھ لیا اور ایسا عموماً بے توجہی یا جلد بازی کی وجہ سے ہوتا ہے ورنہ پڑھے لکھے لوگ السلام علیکم ہی بولتے ہیں۔

فون اور موبائل پر بھی سلام کریں ہیلو نہ کریں

آج کے دور میں موبائل فون ایک ضرورت کی حیثیت رکھتا ہے اس کے ذریعہ متکلم ومخاطب دور ہوتے ہوئے بھی براہِ راست ہم کلام ہوتے ہیں لہٰذا اس موقعہ پر بھی سلام کرنا ہے جیسا کہ کیا جاتا ہے مگر اسوقت ہم مسلمان میں بے توجہی کے سبب ایک کوتاہی پائی جاتی ہے کہ جب کسی کا فون آیا یا کسی نے کیا تو مزاج بنا ہوا ہے کہ اکثر لوگ اور کچھ پڑھے لکھے لوگ سب سے پہلے Hello کا لفظ استعمال کرتے ہیں جو السلام قبل الکلام کے تحت نہیں آتا ہے بلکہ اس کے منافی معلوم ہوتا ہے چونکہ شریعت نے اولاً

سلام کی تعلیم دی ہے تو یہ حکم موبائل کے ذریعہ باہم گفتگو پر بھی صادق آتا ہے، اس لئے تمام مسلمانوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اس کا خاص خیال رکھیں اور جب کہیں سے فون آئے اور پہلے سے معلوم ہے کہ فلاں صاحب کا فون ہے تو اولاً سلام کریں یا تھوڑی دیر خاموش رہیں کہ دوسری جانب سے سلام آجائے اور اگر نمبر نیا ہے اور کس کا نمبر ہے معلوم نہیں تو فون رسیو کرنے کے بعد ضرورۃً 'جی'' ''فرمائیں'' کون صاحب''جی جناب'' جیسے الفاظ استعمال کریں کیوں کہ معلوم نہیں فون کرنے والا مسلمان ہے یا غیر مسلم، اس کی گنجائش بہ ہر حال ضرورت کے دائرے میں آتی ہے اور حتی الامکان Hello جیسے غیر اسلامی تہذیب الفاظ سے اجتناب کرے۔

مصافحہ کا طریقہ اور اس کا فائدہ

مصافحہ یعنی دو آدمیوں کا باہم ایک دوسرے سے ہاتھ ملانا، حدیث میں اس کی بڑی فضیلت وارد ہے چنانچہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ إِلاَّ غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ أَنْ يَّتَفَرَّقَا''۔ دوسری حدیث ہے: ''وَتَمَامُ تَحِيَّاتِكُمْ بَيْنَكُمُ الْمُصَافَحَةُ''۔ (مشکوۃ: ۲/۴۰۱)

یعنی جب دو مسلمان ملتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے جدا ہونے سے پہلے خدا ان کو بخش دیتا ہے اور تمہارا پورا سلام جو تم آپس میں کرتے ہو مصافحہ ہے۔ مذکورہ دونوں حدیثیں مصافحہ کی اہمیت وفضیلت پر دلالت کرتی ہیں مصافحہ تکمیل سلام اور اس کا تتمہ ہے اور باہمی ملاقات کے وقت سلام کے بعد مسنون

ومشروع ہے، کیوں کہ یہ سلام کا تکمیل ہے اس لئے پہلے سلام پھر مصافحہ کرنا چاہیے اور مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنا چاہیے، محض ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا غیر مسنون ہے، اور کسی خاص موقعہ یا کسی خاص تقریب کے وقت یا پابندی کے ساتھ نمازوں کے بعد مصافحہ کو ضروری سمجھنا، غیر شرعی بات ہے، لیکن اگر ایسے موقع پر کوئی مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا ہی دے تو اپنا ہاتھ کھینچ کر ایسی شکل نہ پیدا کرنی چاہئے کہ اس کو بدگمانی، شکایت اور رنج ہو لہٰذا مصافحہ کر لے بعد میں اگر مناسب موقعہ ملے تو اصل مسئلہ سنجیدگی کے ساتھ سمجھا دے انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔ تاہم جوان عورتوں سے مصافحہ کرنا حرام ہے اور بوڑھی عورت کہ جنسی میلان اس کی طرف نہ ہوتا ہو تو مصافحہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (فتاوی رحیمیہ، ۱۰/۱۲۵)

سلام کے چند اور مسائل

(۱) اگر گھر میں کوئی فرد نہ ہو تو مستحب یہ ہے کہ اس طرح کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلَى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ تا کہ وہاں جو فرشتے ہوں ان کو سلام پہنچے۔ (مظاہر حق: ۸: ۳۴۸)

(۲) سلام کے وقت رکوع کی طرح جھکنا جیسا کہ کچھ لوگوں کا معمول ہے اور بعض جگہوں پر اس کا رواج ہے خلافِ سنت ہے۔ (مظاہر حق: ۳۷۰)

(۳) جب مسجد میں کوئی داخل ہو اور لوگ نماز و اوراد میں مشغول نہ ہوں تو سلام کرے اور اگر مشغول ہوں یا مسجد میں کوئی نہ ہو تو یہ کہے: اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلَى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ۔ (عالمگیری)

(۴) اگر مسجد میں کچھ لوگ نماز پڑھ رہے ہوں اور کچھ فارغ ہو کر بیٹھے ہوں تو اگر

فارغین اتنی دور ہوں کہ ان کوسلام کرنے سے یا ان کے جواب سے ان مشغولین کوحرج نہ ہوتا ہوتو سلام کی اجازت ہے ورنہ نہیں۔ (فتاوی رحیمیہ:۱۰/۱۲۱)

(۵) اگر تلاوت میں مشغول شخص کوکسی نے سلام کردیا تو مختار یہ ہے کہ جواب دے پھر اعوذ پڑھ کر تلاوت شروع کرے۔ (مظاہر)

(۶) بعض جگہوں پر دولہا نکاح کے بعد اسی مجلس میں لوگوں کو کھڑے ہوکر سلام کرتا ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (بہشتی زیور)

سلام کرنے کے فائدے اور فضیلت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو، تم اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک تم اجازت نہ لے لو اور گھر والوں کوسلام نہ کرلو۔

فرمایا: بس جب تم گھروں میں داخل ہونے لگو تو اپنے نفسوں پر سلام کرو، یہ اللہ کی طرف سے تحفہ ہے مبارک اور پاکیزہ۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور جب تمہیں سلام کا تحفہ دیا جائے تو تم اس سے بہتر تحفہ انہیں دو یعنی سلام کے ساتھ، رحمۃ اللہ وبرکاتہ کہو یا وہی انہیں لوٹا دو یعنی صرف وعلیکم السلام جواب میں کہہ دو۔

فرمایا: کیا تیرے پاس ابراہیمؑ کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی جب وہ اس کے پاس آئے تو انہوں نے سلام کہا، تو ابراہیمؑ نے بھی سلام کہا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، اسلام کی کون سی بات زیادہ بہتر ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا، تم بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور ہر شخص کو سلام کہو، چاہے تم اسے پہچانو یا نہ پہچانو۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ نے حضرت آدمؑ کو پیدا فرمایا تو ان سے کہا، جا اور فرشتوں کی بیٹھی ہوئی اس جماعت کو سلام کر اور وہ جو جواب دیں، اسے غور سے سن، کیونکہ وہی تیرا اور تیری اولاد کا سلام ہوگا۔ پس حضرت آدمؑ نے جا کر کہا السلام علیکم تو انہوں نے کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ۔ پس انہوں نے رحمۃ اللہ کا اضافہ کر دیا۔ (بخاری و مسلم)

اللہ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سلام بھیج کر عزت عطا فرمائی

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ حضرت خدیجہ تشریف لا رہی ہیں۔ ان کے ساتھ ایک برتن ہے جس میں سالن ہے، جب وہ آپ کے پاس تشریف لائیں تو انہیں ان کے رب کی طرف سے سلام عرض کیجئے اور میری طرف سے بھی اور انہیں جنت میں ایک گھر کی بشارت وخوشخبری سنا دیجئے''۔ مذکورہ حدیث سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی نگاہ میں ایک عورت کی حیثیت اور مقام و مرتبہ کیا ہے۔ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ایک عظیم خاتون کو سلام بھیج رہا ہے تو اللہ کا سلام پہونچانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے التماس کیا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو میری طرف سے بھی سلام عرض کیجئے گا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلام نے عورت کو ذلت ورسوائی کے دلدل سے نکال کر عزت وسربلندی کا مقام عطا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ بار الٰہی عورتوں کو اپنا مقام ومرتبہ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (اسلام میں عورت کی عظمت، ص 278)

سلام اللہ تعالیٰ کا نام ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سلام اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر اتارا ہے، لہٰذا اس کو آپس میں سلام یاد دلانے کی وجہ سے سلام کرنے والے کو اس قوم پر ایک درجہ فضیلت حاصل ہوتی ہے اور اگر وہ جواب نہیں دیتے تو فرشتے جو انسانوں سے بہتر ہیں اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ (طبرانی)

صرف جان پہچان والوں کو سلام کرنا قیامت کی علامت

حضرت ابن مسعود t روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علامات قیامت میں سے ایک علامت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو صرف جان پہچان کی بنا پر سلام کرے۔ (نہ کہ مسلمان ہونے کی بنیاد پر)۔ (مسند احمد)

میرے عزیزو! سلام صرف مسلمان ہونے کی بنیاد پر کیا جائے نہ کہ دوستی اور تعلق کی بنیاد پر اور چھوٹے بڑے ہر ایک کو سلام کریں بڑے ہرگز یہ نہ سوچیں کہ وہ تو چھوٹا ہے کیسے ہم اس کو سلام کریں؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو بچوں کو بھی سلام کرتے تھے۔

سلام اللہ تبارک وتعالیٰ کا مبارک نام ہے، شب معراج میں اللہ رب العزت نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ سے خطاب فرما کر عزت کی بلندیوں سے سرفراز فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنے کا حکم فرمایا آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو سلام کرنے کی ہدایت فرمائی جنت کے بالاخانوں میں بازاروں میں باغوں میں سلام سلام کی ہی آوازیں سنائی دیں گی۔

اہل جنت کو فرشتے سلام کریں گے۔ سلام اسلام کی نشانی ہے۔ سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے بری ہے۔ سلام نیکیوں میں اضافہ کا سبب ہے۔ سلام برکت و بلندیوں کا ذریعہ ہے۔ سلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ کلام ہے۔ جنت کی بڑی نعمت دیدار الٰہی اور اللہ رب العزت کا اہل جنت کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلِ الْجَنَّۃِ فرمانا ہے۔

سلام کی فضیلت اور اہمیت کے بارے میں ہمارے بزرگ منشی عبدالغفور صاحب نعمت پوری مدظلہ العالی لکھتے ہیں کہ:

سلام کے بارے میں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم اس کو کروگے تو تم میں آپس میں محبت پیدا ہو جائے گی سلام کو آپس میں پھیلاؤ یعنی خوب اس کی اشاعت کرو۔

سلام کرنے والے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام ہیں آپ نے فرشتوں کی ایک جماعت کو سلام کیا تھا۔

سلام کا جواب دینے والی سب سے پہلے فرشتوں کی یہی جماعت تھی۔

سلام ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی سنت ہے۔

سلام خدا کی دی ہوئی ایک نشانی ہے۔

سلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ہے۔

سلام اخلاص اور اخلاق کا ذریعہ ہے۔

سلام کرنا سنت کفایہ اور اس کا جواب دینا واجب کفایہ ہے۔

سلام باہمی دشمنی اور کدورت کو دور کرنے کا آلہ ہے۔

سلام قدرت کی طرف سے ملا ہوا بہترین تحفہ ہے۔

سلام ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے لئے انمول ہدیہ ہے۔

سلام کثرت سے کرنا نیکی ہے۔

سلام ایمان وسادگی کی علامت ہے۔

سلام میں پہل کرنا فضیلت وسعادت ہے۔

سلام میں پہل کرنا تواضع کی علامت ہے۔

سلام کرنا سنت مگر اس کا جواب دینا واجب ہے۔

سلام اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی رضا وخوشنودی کے حصول کا ذریعہ ہے۔

سلام کا زیادہ فائدہ سلام میں پہل کرنے والے کو ہوتا ہے۔

سلام کرنے میں جو بخل کرتا ہے وہ لوگوں میں سب سے بڑا کنجوس ہے۔

سلام بطریق مسنون ''السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ'' کرنا چاہئے۔

سلام کا جواب ''السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ'' سے دینا چاہئے۔

سلام کے ضروری مسائل، اسلامی سلام کے الفاظ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہیں۔

سوار پیدل چلنے والے کو، چلنے والا بیٹھنے والے کو، چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔

گھر میں داخل ہوتے وقت بھی سلام کرے اس سے گھر میں برکت کا نزول ہوتا ہے۔(رواہ الترمذی)

جب گھر میں کوئی نہ ہوتب بھی ان الفاظ کے ساتھ سلام کرے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ۔

ایک مسلمان سے جب بھی ملاقات ہوتو سلام کرے۔(ابوداؤد)

جواب میں سلام سنانا بھی ضروری ہے اگر قریب ہوتو آواز سے اور اگر دور ہو یا بہرہ ہوتو زبان کے ساتھ اشارہ سے بھی۔(امداد الفتاویٰ)

سلام کی عادت صحابہؓ کی زندگیوں سے سیکھیں

سلام جیسی دعائے رحمت جس کے تعلق سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''السلام علیکم'' کہنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں اور ''ورحمۃ اللہ'' بڑھانے سے بیس نیکیاں اور ''وبرکاتہ'' کہنے سے تیس نیکیاں اور اگر اخلاص زیادہ ہوتو سات سو سے زیادہ نیکیاں ملتی ہیں۔لیکن دوستو! اب تو دور سے ہی اشارہ کرنے کا ماحول ہوگیا ہے ہاتھ سے ایسے غیروں کے طریقے ہم کو اتنے محبوب ہوگئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا چھوٹے سے چھوٹا نمونہ ہمارے لئے عیب بن گیا بوجھ بن گیا ہم اس کو اپنانے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

دو صحابیؓ ایک ساتھ چلے جارہے ہیں راستے میں ایک جھاڑ یعنی درخت آجاتا ہے پھر جب آگے بڑھتے ہیں تو دونوں طرف سے ملتے ہیں تو دونوں سلام کرتے ہیں السلام علیکم

ہم لوگ صبح سے شام تک ایک دوسرے سے دور رہتے ہیں جب ملتے ہیں تو سلام ہوتا ہے؟ نہیں ہوتا، بولتے ہیں کہ کہاں تھے جی اتنے دنوں تک ملے نہیں نا، بس یہی ہوتا ہے، پہلے سلام بعد میں کلام، یہاں پہلے کلام ہوتا ہے بعد میں سلام ہو یا نہ ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر مرنے والے اور مٹنے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو اپنانے والے صحابہؓ تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلے جا رہے ہیں ایک راستہ ایسا ہے کہ راستے میں جھاڑ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جھک کر نکلتے ہیں حضرت علیؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں ان کا قد چھوٹا ہے ان کے سر میں جھاڑ نہیں لگتے ہیں لیکن حضرت علیؓ بھی جھک کر نکلتے ہیں کسی نے پوچھا کہ اے علیؓ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تو قد لمبا ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو جھک کر نکلنا ہی تھا لیکن آپ کا قد تو بہت چھوٹا ہے پھر آپ جھک کر کیوں نکلے؟ فرمایا سرکار کی ادا انسان کے لئے کامیابی کی کنجی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جھک کر نکلے میرا قد بڑا ہو یا نہ ہو لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم جھک کر نکلے میں بھی جھک کر نکلا یہ غلام کی پہچان ہے کہ اپنے آقا کی سنت کو ادا کرے۔ ہم میں کتنے لوگ ہیں ایسے؟ آج ہم نے ہزاروں سنتوں کو خیر باد کہہ دیا ہے، دستر خوان بچھانے کا طریقہ ہمیں معلوم نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے آدمی بیٹھے اس کے بعد دستر خوان بچھے اور اس کے بعد کھانا رکھے اور ہاتھ دھوئے جائیں تو دونوں ہاتھ گٹوں تک دھوئے جائیں لیکن آج ہم جب کھانے کے لئے ہاتھ دھوتے ہیں تو صرف چار انگلی بس غیر مسلموں کی طرح۔ (خطبات رحیمی جلد چہارم)

خود اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی مومنین کو سلام پیش فرماتے ہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جن سے بڑھ کر کوئی بزرگی کا مدعی نہیں ہوسکتا، سلام کا حکم دیا گیا چنانچہ حدیث میں ہے کہ عتبہ بن شیبہ بن ربیعہ اور مطعم بن عدی وغیرہ سرداران قریش نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ غریب لوگ مثلاً بلال وعمار بن یاسر رضی اللہ عنہم وغیرہ آپ کے پاس سے اٹھادیئے جایا کریں تو ہم بیٹھا کریں گے اس وقت بعض صحابہ کی رائے ہوئی تھی کہ تھوڑی دیر کے لئے اپنے لوگوں کو اٹھا دینے میں کوئی مضائقہ نہیں تاکہ اسی طریقہ سے شاید یہ راہ راست پر آجائیں تب خدا تعالیٰ نے فرمایا اے خدا کے رسول: وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ۔ (سورۃ الانعام)

اور جب آئیں تیرے پاس ہماری آیتوں کے ماننے والے تو کہہ دے تو سلام ہے تم پر (ترجمہ شیخ الہند) سورۃ صافات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ابراہیم خلیل اللہ پر سلام: ''سلامٌ علیٰ ابراھیم''

اللہ کے نبی نوح علیہ السلام پر سلام ''سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِى الْعٰلَمِيْنَ''۔

موسیٰ اور ہارون علیھما السلام پر سلام ''سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ''۔

الیاس علیہ اسلام پر اللہ کا سلام: ''سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ''۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سلام کریں اور ہمارا یہ حال ہے کہ اپنے ہی جیسے انسانوں

کو سلام نہیں کر سکتے؟ سلام کرنے سے محبت پیدا ہوتی ہے اور کینہ بغض وحسد دلوں سے دور ہوتا ہے۔

السلام علیکم اور سلامٌ علیکم کا ایک فرق

آیات اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں السلام علیکم کہنا مسنون ہے اور دنیا سے گذرنے کے بعد بغیر الف لام کے سلامٌ علیکم کا لفظ مسنون ہے، زیارتِ قبور کا جو کلمہ قرآن مجید میں مذکور ہے، وہ بھی **سلامٌ علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار** آیا ہے اور فرشتے جب اہلِ جنت کا استقبال کریں گے اُس وقت بھی یہ لفظ اِسی عنوان سے آیا ہے، **سلامٌ علیکم طبتم فادخلوھا خالدین** اور یہاں بھی اہل اَعراف اہلِ جنت کو اِسی لفظ کے ساتھ سلام کریں گے۔ (معارف القرآن: ۳/۶۸۷)

ایک غلط رواج: یاد رہے کہ سلام کے مسنون صیغے صرف دو ہیں: السلامُ علیکم (شروع میں الف لام اور میم پر پیش) اور سلامٌ علیکم (شروع میں الف لام کا حذف اور میم پر تنوین) اس کے علاوہ آپ جتنے صیغے، سلام کے بولیں وہ سب غیر مسنون ہوں گے۔

آج خصوصاً عجم میں جہاں عربی اور عربی گرامر سے ناواقفیت عام ہے، یہ رواج عام ہے کہ لوگ السلامُ علیکم کی جگہ سَلاَمُ علیکم کہتے ہیں یعنی سلام کے میم کو ساکن کر کے بولتے ہیں، درمختار نامی کتاب میں ہے:

أنه لا یجب رَدُّ "سلامْ علیکم" بجزم المیم یعنی ایسے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے۔

اس کی شرح میں علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

ثم رأيتُ في الظهيرية: ولفظ السلام في المواضع كلها: السلامُ عليكم أو سلامٌ عليكم بالتنوين وبدونِ هذين كما يقول الجُهّالُ، لا يكونُ سلاماً؛ لمخالفته السنة التي جاءت بالتركيب العربي۔ (الرد مع الدر:۹/۵۹۶)

یعنی السلام علیکم یہ عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے شروع میں الف لام اور اخیر میں پیش ہے، حدیث میں بھی ایسے ہی وارد ہے، اب اگر یوں کہیں ''سلامْ علیکم'' میم کے سکون کے ساتھ تو اِس صورت میں ایک تو شروع سے الف لام حذف ہوگئے، دوسرے جب اسم پر الف لام نہ ہو تو عموماً اُس کے اخیر میں تنوین آتی ہے، اور یہاں وہ بھی نہیں ہے، تو یہ نہ صرف عربی قواعد کے خلاف ہے؛ بلکہ الفاظِ حدیث کے موافق بھی نہیں؛ لہٰذا یہ مسنون نہیں ہے؛ بلکہ بقول علامہ شامیؒ: ایسے سلام کرنے والے ناواقف اور جاہل ہوتے ہیں، اور ایسا عموماً بے توجہی اور جلد بازی کی وجہ سے ہوتا ہے؛ اِس لیے اس پہلو پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے، خود بھی السلامُ علیکم کہیں اور دوسروں کو بھی بتائیں۔

چند اور غلط صیغے: (۱) سَلَامْ لِیکُم (۲) سَلَامَا لِیکُم (۳) السلامُ علیکم (۵) السام لیکم (۶) السام علیکم (۷) سام علیکم (۸) سام لیکم (۹) السلامُ عَلِیکُم (میم کا سکون اور علیکم میں لام کے زیر کے ساتھ) (۱۰) السلام اُلیکم۔

یہ سب سلام کے غلط اور غیر مسنون صیغے ہیں، جو ناواقفیت کی وجہ سے لوگ بول دیتے ہیں، علامہ شامی کا فیصلہ یاد رکھیں ولفظ السلام في المواضع كلها: السلامُ عليكم أو سلامٌ عليكم بالتنوين، وبدون هذين كما يقول الجهال، لا يكون سلاماً۔

لفظ سلام ہر جگہ السلامُ علیکم یا سلامٌ علیکم ہے، اِن دونوں الفاظ کے علاوہ جتنے الفاظ ہیں وہ سب مسنون سلام نہیں ہیں۔

سلام کے موقع پر ''علیک السلام'' کہنا

ابتداءِ سلام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تعلیم کردہ الفاظ السلام علیکم یا السلام علیک ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ابتداءِ سلام میں علیک السلام یا علیکم السلام کو ناپسند فرمایا کرتے تھے، حضرت جابر بن سُلیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو یوں سلام کیا، علیک السلامُ یا رسول اللہ! (آپ نے جواب نہیں دیا) اور کہا: لا تَقُل: علیک السلام، فإن علیک السلام تحیۃ الموتیٰ (شروع میں) مت کہا کرو، یہ تو مُردوں کا سلام ہے۔ (ابوداؤد، رقم:۵۲۰۹)

مسئلہ: سلام کا آغاز علیک السلام یا علیکم السلام کے ذریعہ مکروہ ہے۔

(عمدۃ القاری:۱۵/۳۴۶)

مسئلہ: اِس طرح سلام کرنا مسنون طریقہ نہیں ہے؛ لہٰذا اِس کا جواب دینا ضروری نہیں؛ ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پہلے جواب دیتے پھر ادب سکھلاتے؛ لہٰذا اس کا سلام نہ ہونا راجح ہے۔ (ردالمحتار:۹/۵۹۶)

لیکن علامہ عینیؒ کی رائے یہ ہے کہ اگر کسی نے آغاز ہی میں لاعلمی کی وجہ سے ''علیکم السلام'' کہہ دیا تو اگرچہ ایسا کرنا مکروہ ہے؛ لیکن اُسے جواب دے دینا چاہیے، اِس رائے کو انھوں نے صحیح قرار دیا ہے، اور عدمِ جواز کی رائے کو ''قیل'' سے بیان کیا ہے۔ (عمدۃ القاری:۱۵/۳۴۶)

مسئلہ: اگر صورتِ مذکورہ میں کوئی واو کا اضافہ کر کے وعلیکم السلام کے ذریعہ سلام کرے تو جواب کا مستحق نہیں ہوگا؛ کیوں کہ اِس لفظ میں ابتداءً، سلام بننے کی صلاحیت ہی نہیں؛ لہٰذا یہ سلام ہی نہیں ہے۔ (ردالمحتار:۹/۵۹۶)

ایک علمی بحث

''السلام علیکم'' کا مسنون جواب وعلیکم السلام یا وعلیک السلام ہے؛ جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے اور یہی لوگوں میں رائج ہے؛ لیکن فقہاء نے اِس موقع پر یہ بھی گفتگو کی ہے کہ اگر کسی نے جواب میں بغیر واو کے علیکم السلام کہہ دیا تو یہ جوابِ سلام ہوگا یا نہیں؟ یہ ایک علمی بحث ہے، شائقینِ علم وفن کے لیے سپرد قرطاس کی جارہی ہے۔

(۱) چناں چہ ترمذی کی روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بعد میں جواب دینا ثابت ہے۔ (رقم الحدیث:۲۷۲۱)

اِس سلسلے میں دو رائے ہیں: پہلی رائے یہ ہے کہ ''علیکم السلام'' بحذف الواو سلام کا جواب نہیں بن سکتا، اور نہ ہی اس سے جوابِ سلام کا فریضہ ساقط ہوگا۔ اِس رائے کی بنیاد تین دلائل پر ہے (۱) اِس طرح جواب دینا مسنون جوابِ سلام کے خلاف ہے۔

(۲) ایسی صورت میں یہ معلوم نہ ہو سکے گا کہ علیکم السلام کہنے والے نے سلام کا جواب دیا ہے یا خود ہی سلام کیا ہے؛ کیوں کہ اس صیغے میں سلام اور جوابِ سلام: دونوں کی گنجائش ہے۔

(۳) تیسری دلیل وہ حدیث ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إذا سلَّم

علیکم أهل الکتاب، فقولوا: "وعلیکم" یعنی اہل کتاب تمہیں سلام کر دیں تو جواب میں "وعلیکم" کہہ دیا کرو۔

طرزِ استدلال یوں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اُن اہل کتاب کے سلام کے جواب میں "وعلیکم" (باثباتِ الواو) کہنے کا حکم دیا ہے جو کبھی السلام علیکم کے بجائے السام علیکم (تم پر موت ہو) بھی کہہ دیا کرتے تھے تو مسلمان کے سلام کے جواب میں تو وعلیکم السلام کہنا بدرجہ اولیٰ لازم اور ضروری ہوگا۔

دوسری رائے اِس سلسلے میں یہ ہے کہ جیسے وعلیکم السلام (واو کے ساتھ) صحیح ہے، ویسے ہی علیکم السلام (بلا واو) بھی درست ہے، دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے:

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَاماً قَالَ سَلَامٌ۔ (الذاریات:۳۴)

قال سلام کا مطلب ہے سلامٌ علیکم، دیکھیے سلام کے جواب میں وَسَلام نہیں ہے؛ بلکہ صرف سلامٌ ہے، دوسری دلیل خلقِ آدم کا قصہ ہے، حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے فرشتوں کو سلام کیا تو فرشتوں نے کہا: السلام علیک ورحمۃ اللہ۔

(۲) دیکھیے یہاں واوٴ نہیں ہے، تیسری یہ ہے کہ قرآن میں ہے وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا۔ (النساء:۸٦)

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ جواب دینے والا دو باتوں کا مُکلّف ہے: یا تو جواب بالمثل دے یا اُس سے اچھا جواب دے، پہلا عدل ہے، دوسرا افضل ہے اب جواب دینے والے نے علیکم السلام کہہ دیا تو یہ جواب بالمثل اور عدل ہے؛ لہٰذا صحیح ہے۔ (خلاصہ زاد المعاد: ۲/ ۳۸۵)

فیصلہ: علامہ ابن قیمؒ نے اِن دونوں رایوں کو ذکر کرنے کے بعد یہ بحث ذکر کی ہے کہ یہودیوں کے سلام کے جواب میں احادیث میں وعلیکم ہے یا صرف علیک ہے؟ روایتیں دونوں طرح کی ہیں، ابن القیم کا رجحان اِس جانب ہے کہ اثباتِ واو، والی روایتیں صواب اور احسن ہیں؛ غالباً اِس سے یہی ثابت کرنا ہے کہ السلام علیکم کے جواب میں وعلیکم السلام کہنا زیادہ بہتر اور سنت کے قریب ہے؛ تاہم جائز (ا) وعلیکم السلام بھی ہے؛ کیوں کہ ایسی بحث جب اہل کتاب کے جواب کے سلسلے میں کی جاسکتی ہے تو یہی حکم مسلمان کے سلام کے جواب کا بھی ہونا چاہیے۔

تمت بالخیر

سحر، ساحرین، جنات اور شیاطین سے نجات کا مجرب نسخہ

سلسلہ کے تمام حضرات اس مضمون کو بار بار پڑھ کر حرزِ جان بنالیں اور پورا پورا استفادہ کریں۔

﴿حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے نہایت قیمتی ملفوظات﴾

﴿جنات کیسے بھاگتے ہیں؟﴾

فرمایا: سالک طریقت کی پیشانی کے نور سے مومن جنات گرویدہ و دیگر جنات وشیاطین بھاگ جاتے ہیں، یہ نور ازلی ہوتا ہے، ہر پریشانی میں موجود ہوتا ہے، لیکن مستور ہوتا ہے، نفس کی کدورت کی جھلی اس نور کو محجوب کئے ہوتی ہے۔

نفس جب کدورت سے پاک ہوتا ہے تو یہ نور منور ہوجاتا ہے، جگمگا اٹھتا ہے، ورنہ کسی اور طرح یہ حجاب نہیں اٹھ سکتا، بھاویں سوسو حیلے کرو، قرآن کریم کی تلاوت کے نور کا جلال جنات وشیاطین کو جلا دیتا ہے، کوئی بھی تاب نہیں لاسکتا۔

﴿قرآن شریف شیطان کو کیسے جلاتا ہے﴾

فرمایا: سالک جب قرآن شریف کی تلاوت میں محو ہوتا ہے قرآن مجید کے نور کے جلال سے ہمزات شیاطین لاغر نحیف اور بے بس ہوکر توبہ توبہ کرنے لگتے ہیں، قرآن کریم کی تلاوت کے نور کا جلال شیطان کو جلا دیتا ہے، تلاوت قرآن، نماز، ذکر ان تینوں میں ہر مرض سے کلی شفاء ہے، ان تینوں کی کثرت مساوی ہو یہی سلف صالحین کا نسخۂ کیمیا ہے۔

شیطان سے بچنے کا ہتھیار

فرمایا: دیکھئے بیت اللہ، اللہ تعالی کا گھر ہے ابرہہ نے چاہا تھا کہ اس گھر کے اوپر قبضہ جمائے، اللہ تعالی نے ابابیلوں کو مسلط کر دیا، انہوں نے کنکریاں مار مار کر اس کے پورے لشکر کو کھائے ہوئے بھس کی طرح بنا دیا، بالکل اسی طرح انسان کا دل اللہ تعالی کا گھر ہے، اگر شیطان اس کی طرف قدم بڑھانا چاہے تو آپ لا الہ الا اللہ کی ضربوں سے اور اللہ اللہ کے الفاظ سے اس کے اوپر پتھروں کی بوچھاڑ کیجئے، پھر دیکھئے کہ اللہ آپ کو شیطان سے محفوظ فرمالیں گے اور قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالی نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ۔ (سورہ الاعراف، آیت:201)

ترجمہ: بلاشبہ جنہوں نے تقوی اختیار کیا جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال بھی ان کو چھوتا ہے تو وہ اللہ کا ذکر کر لیتے ہیں تو ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

(حضرت مولانا) محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

خلیفہ ومجاز بیعت

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ومجاز: حضرت حاذق الامت مولانا ذکی الدین صاحب پرنا مبٹیؒ

خلیفہ ومجاز: مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب جلالا آبادیؒ

خلیفہ ومجاز: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

شجرہ : سلسلۂ چشتیہ منظومہ: حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

سلاسل اربعہ کے مشائخ کا مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ مشائخ کا شجرہ انفرادی اور اجتماعی طور پر پڑھنے سے مصائب دور، مسائل حل اور مقاصد پورے ہوتے ہیں، اسلئے باجازت شیخ اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔

حمد ہے سب تیری ذات کبریا کیواسطے
اور درودونعت ختم الانبیاء کیواسطے
اور سب اصحاب وآل مجتبیٰ کے واسطے
رحم کر مجھ پر الہٰی اولیاء کے واسطے
بالخصوص ان اولیائے باصفا کے واسطے
مولوی اشرف علی شمس الہدیٰ کے واسطے

حاجی امداداللہ ذوالعطاکے واسطے
حاجی عبدالرحیم اہل غزاکے واسطے
شیخ عبدالباری شہ ِبے ریا کے واسطے
شاہ عبدالہادی پیر ہدے کے واسطے
شاہ عضدالدین عزیزدوسراکے واسطے
شہ محمد اور محمدی اتقیا کے واسطے
شہ محب اللہ شیخ باصفا کے واسطے
بوسعید اسد اہل وراکے واسطے
شہ نظام الدین بلخی مقتداکے واسطے
شہ جلال الدین جلیل اصفیا کیواسطے
عبد قدوس شہ صدق وصفا کیواسطے
اے خدا شیخ محمد راہنما کے واسطے
شیخ احمدعارفِ صاحب عطاء کیواسطے
احمد عبدالحق شہ ملکِ بقا کیواسطے
شہ جلال الدین کبیراولیاء کے واسطے
شیخ شمس الدین ترک باضیا کیواسطے
شیخ علاءالدین صابر بارضا کیواسطے
شہ فریدالدین شکرگنج بقاکے واسطے

خواجہ قطب الدین مقتول دلا کیواسطے

شہ معین الدین حبیب کبریاء کے واسطے

خواجہ عثمان با شرم وحیاکے واسطے

خواجۂ مودود چشتی پارساکے واسطے

شاہ بویوسف شہ شاہ وگدا کیواسطے

بومحمد محترم شاہِ وِلا کے واسطے

احمد ابدال چشتی باسخا کے وا سطے

شیخ ابو اسحاق شامی خوش ادا کیواسطے

خواجہ ممشاد علوی بوالعلا کیواسطے

بوہبیرہ شاہ بصری پیشوا کیواسطے

شیخ حذیفہ مرعشی شاہِ صفا کیواسطے

شیخ ابراہیم ادہم بادشاہ کیواسطے

شیخ حسن بصری امام اولیاء کیواسطے

ہادی عالم علی شیر خدا کیواسطے

سرورعالم محمد مصطفےٰ کے واسطے

یاالٰہی اپنی ذاتِ کبریا کے واسطے

یاحق اپنے عاشقان باوفا کیو اسطے

یارب اپنے رحم واحسان وعطا کیواسطے

کررہائی کا سبب اس مبتلا کیو اسطے
کون ہے تیرے سوا مجھ بے نوا کیواسطے
ہے عبادت کا سہارا عابدوں کیو اسطے
بخش وہ نعمت جو کام آوے سدا کیواسطے
اپنے لطف ورحمت بے انتہا کیواسطے

نوٹ: ۔ حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا: میں نے بہت سے درویشوں سے سنا ہے کہ بزرگوں کے نام کے شجرے تو لوگوں نے بہت لکھے ہیں، لیکن کوئی شجرہ حضرت حاجی صاحبؒ کے شجرہ سے بہتر نہیں ۔اس میں خاص درد ہے اگرچہ شاعری کے اعتبار سے بلند پایہ نہ ہو۔

☆☆☆☆☆☆

معمولات

صبح و شام

معمولات اور ان کی تعداد کم ہوں یا زیادہ مشائخ اپنے مریدین ومتوسلین کو ان کے حسب احوال ارشاد فرماتے ہیں ۔راقم السطور مندرجہ ذیل طریقے پر سالکین طریقت وعاشقان حق کی رہنمائی کا ادنی فریضہ انجام دیتا ہے۔

﴿طبقۂ اولیٰ﴾

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت حکیم الامتؒ کے بعض ذاتی معمولات یہ تھے ۔تہجد کے بعد آپ اس طرح معمولات کو شروع فرماتے:

اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِی عَنْ غَیْرِکَ وَ نَوِّرْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ ____________ 3، بار

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہ ________________ 100 بار

درود شریف۔ ________________________ 100 بار

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ ______________________ 200 بار

اِلَّا اللّٰہ۔ __________________________ 400, بار

اَللّٰہُ اللّٰہ۔ __________________________ 600, بار

اَللّٰہُ۔ ____________________________ 100 بار

تلاوت کلام پاک کم ازکم ایک پارہ مع سورۂ یٰسین شریف۔

مناجات مقبول حضرت حکیم الامتؒ۔

ایک منزل۔

شام کے معمولات

استغفار۔ __________ 100،بار

لَااِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ __________ 100،بار

درود شریف۔ __________ 100،بار

سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، تین تین مرتبہ۔

طبقۂ ثانیہ

صبح کے معمولات

أَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِي عَنْ غَيْرِكَ وَنَوِّرْ قَلْبِي بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ __________ 3،بار

اَسْتَغْفِرُ اللهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ __________ 100،بار

درود شریف۔ __________ 100،بار

لَااِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ __________ 100،بار

اَللہُ اللہ۔ __________ 100،بار

اللہ۔ __________ 100،بار

کم از کم سورۂ یسین شریف کی تلاوت، زیادہ سے زیادہ تلاوت کی کوئی حد نہیں۔

مناجات مقبول حکیم الامتؒ ہر روز۔ __________ ایک منزل

سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، تین تین مرتبہ۔

شام کے معمولات

استغفار۔ __________ 100،بار

لَااِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ __________ 100،بار

درود شریف۔ __________ 100،بار

سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، تین تین مرتبہ۔

طبقہ اولیٰ کیلئے حسب طاقت صبح میں

سورۂ اخلاص۔ ________ 100، بار

تیسرا کلمہ، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر۔ ____ 100، بار

طبقہ اخیر کیلئے صبح کے معمولات

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ ________ 33، بار

أَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّأَتُوْبُ اِلَیْہ۔ ________ 33، بار

أَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَآلِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ ____ 33، بار

قرآن شریف کی تلاوت کم از کم دس آیتیں۔ زیادہ کی کوئی حد نہیں۔

شام کے معمولات

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ ________ 33، بار

استغفار۔ ________ 33، بار

درود شریف۔ ________ 33، بار

سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، تین تین مرتبہ۔

عشاء کی نماز کے بعد وتر سے قبل دو یا چار رکعت تہجد ہر طبقہ کیلئے۔

☆☆☆☆☆☆☆

نصیحت

جو شخص ان معمولات کو بلا ناغہ پابندی سے پڑھے اور ساتھ ساتھ نماز پنجگانہ کا بھی اہتمام کرے وہ دنیا میں جہاں بھی اور جس ماحول میں بھی رہے گا ان شاء اللہ بتدریج اسے دین پر ضرور استقامت کی دولت حاصل ہوگی اور تمام بلاؤں ،بیماریوں، حوادث سحر،نظر بد،جن وشیاطین کے حملوں سے محفوظ رہے گا،اگر قسمت کا چھوٹا اور بدنصیب ہے تو روز بروز اس کا نصیب اچھا ہوتا چلا جائے گا، جسے تجربہ کرنا اور آزمانا ہو آزما کر دیکھ لے۔

(حضرت مولانا) **محمد علاء الدین صاحب** قاسمی مدظلہ العالی
خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ (بہار)
۲۹ ذی قعدہ ۱۴۴۳ھ بروز جمعرات
بمطابق ۳۰ جون ۲۰۲۲ء

مؤلف کی مشہور کتابیں

۱۔ رمضان المبارک سے محرم الحرام تک۔

۲۔ اپنے عقائد کا جائزہ لیجئے۔

۳۔ نکاح اور طلاق۔

۴۔ حج گائیڈ۔

۵۔ چالیس حدیثیں۔

۶۔ جادوٹونا، اور کہانت کا حکم۔

۷۔ دس عظیم صحابہ کرامؓ کے ایمان افروز واقعات۔

۸۔ وعظ وادب کا خزانہ۔

۹۔ عظمت قرآن۔

۱۰۔ مسائل حاضرہ۔

۱۱۔ قربانی کے ضروری مسائل۔

۱۲۔ اصلاح کا تیر بہدف نسخہ۔

۱۳۔ چراغ اصلاح۔

۱۴۔ تکبر ایک وبال ہے۔

۱۵۔ تنقید ایک بُری عادت ہے۔

۱۶۔ جنت کے حسین محلات اور لذیذ ونفیس نعمتیں۔

۱۷۔ تراویح کا پیسہ لینا جائز نہیں۔

۱۸۔ رمضان المبارک کو نفع بخش اور مقبول بنانے کے صحیح طریقے۔

۱۹۔قیامت کی آخری علامتیں۔

۲۰ تصوف کی اہمیت وضرورت۔

۲۱۔غیبت ایک گندہ عمل ہے۔

۲۲۔اصلاح کے قیمتی موتی۔

۲۳۔اصلاح کے اہم نسخے۔

۲۴۔اخلاص اور اخلاق۔

۲۵۔اصلاحی واقعات جلد،اوّل۔

۲۶۔اصلاحی واقعات جلد دوم۔

۲۷۔اصلاحی واقعات جلد سوم۔

۲۸۔دعاء کا صحیح طریقہ۔

۲۹۔اصلاح کا مبارک سفر۔

۳۰۔قربانی کی شرعی حیثیت۔

۳۱۔پنج وقتہ نماز اور ان کے ضروری مسائل۔

۳۲۔محرم الحرام تاریخ وشریعت کے آئینے میں۔

۳۳۔عہدہ ومنصب کا حریص،رسوائی اور وبال کا طالب ہے۔

۳۴۔روح اور نفس کے اوصاف احوال اور انجام۔

۳۵۔اتحاد واتفاق کے بغیر آپ کی جماعت کا فیل ہونا طے ہے۔

۳۶۔علماء کرام اصلاح کی روحانی چھاؤں میں۔

۳۷۔مزارات اولیاء کرامؒ اور ان کے فیوض وبرکات برحق ہیں۔

۳۸۔اصلاحی واقعات جلد چہارم۔

۳۹۔رجب المرجب اور شعبان المعظم پر ایک تحقیقی مطالعہ۔

۴۰۔عورت کا حجاب خدا کا حکم ہے۔

۴۱۔بچے اور بچیوں کا تعلیمی و تربیتی نصاب۔

۴۲۔رمضان المبارک کیسے گذاریں۔

۴۳۔سلام کی اہمیت اور اس کے فائدے۔

۴۴۔قبر کا عذاب اور احوال دوزخ و برزخ۔

☆☆☆☆☆☆

﴿بیعت سے آدمی پاک صاف ہوجاتا ہے﴾

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں میرا بیعت ہونے کو بہت جی چاہتا تھا، مگر ہمت نہیں ہوتی تھی کیونکہ مجھے یہ فکر دامن گیر تھی کہ اگر بیعت ہونے کے بعد بھی گناہ ہوتے رہے تو بیعت ہونے سے کیا فائدہ؟ اس لئے پہلے حضرت میرے ناپاک ہاتھوں کو اس قابل کر دیں کہ حضور کے پاک ہاتھوں میں دے سکوں، احقر کی عرض مذکور پر تمثیلاً فرمایا کہ: ایک دریا تھا اس کے پاس ایک ناپاک اور میلا کچیلا آدمی آیا اس دریا نے کہا کہ آ تو میرے پاس آجا۔ اس نے کہا کہ میری بھلا کیا مجال ہے میں تیرے پاس آسکوں، تو بالکل صاف وشفاف، میں بالکل نجس، پلید، ناپاک، دریا نے جواب دیا تو تو اس حالت میں میرے پاس آنے نہیں پاتا اور بغیر میرے پاس آئے اور میرے اندر نہائے پاک ہو نہیں سکتا، تو بس ہمیشہ کیلئے دوری ہی رہی، ارے بھائی پاک ہونے کی تدبیر بھی تو یہی ہے کہ بس آنکھیں بند کر کے بلا پس وپیش میرے اندر کود پڑ بس، پھر فوراً ہی میرے اندر سے ایک ایسی موج اٹھے گی جو تیرے سر پر ہو کر گذر جائے گی اور آن کی آن میں تیری ساری نجاستوں کو دھو کر تجھے سر سے پاؤں تک بالکل صاف کر دے گی۔ (اشرف السوانح، ج/2، صفحہ/51)

☆☆☆☆

{مؤلف کا تعارف}

نام : محمد علاء الدین قاسمی ابن الحاج حافظ حبیب اللہ صاحب۔

ولادت و پیدائش : مقام و پوسٹ: جھگڑوا، تھانہ جمال پور، وایا گھنشیام پور، ضلع دربھنگہ بہار (انڈیا)

ابتدائی تعلیم : ناظرہ، وحفظ، وقرأت قرآن شریف: مدرسہ عربیہ حسینیہ چلہ امروہہ ضلع مرادآباد یوپی۔

عربی اول : جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد (یوپی)

عربی دوم، سوم : مدرسہ جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ (یوپی)

اعلیٰ تعلیم : عربی چہارم تا دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند (یوپی)

فراغت : ۱۹۹۱ء

بعد فراغت مصروفیات

درس وتدریس : درجہ سوم تا ہفتم: مدرسہ حسینیہ شریوردھن کوکن مہاراشٹر۔

حرمین شریفین کی زیارت اور عملی سرگرمیاں: فریضۂ امامت اور جدہ اردو نیوز کے لئے کالم نگاری۔

موجودہ مصروفیات : خانقاہ اشرفیہ پالی کی ذمہ داری اور تصنیف وتالیف کے مشاغل۔

☆☆☆☆☆☆